ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

بانی ادارہ
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی
قدس سرہٗ

حاتم اصمؒ کی نماز

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آ جاتا ہے تو ایک وضو ظاہر کا کرتا ہوں اور دوسرا وضو باطن کا۔ ظاہری وضو پانی سے اور باطنی وضو توبہ سے کرتا ہوں پھر مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور مسجد بیت الحرام کا مشاہدہ کرتا ہوں اور مقام ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دونوں ابرو کے سامنے رکھتا ہوں اور بہشت کو اپنے دائیں اور دوزخ کو بائیں جانب رکھتا ہوں اور پل صراط اپنے قدموں کے نیچے رکھتا ہوں اور ایک فرشتہ ملک الموت اپنی پیٹھ کے پیچھے خیال کرتا ہوں۔ پھر نہایت عظمت و احترام کے ساتھ تکبیر پڑھتا ہوں اور حرمت کے ساتھ قیام اور بڑی ہیبت کے ساتھ قرأت اور خاکساری کے ساتھ رکوع اور عاجزی سے سجود اور بڑے حلم و وقار کے ساتھ قعود اور پھر آخر میں شکر حق کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں اور توفیق قبضہ الٰہی میں ہے۔

(کشف المحجوب)

۶ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ
۲ نومبر ۱۹۷۵ء

۶۰ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن حکیم کا فہم اور اس پر عمل

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ کِتَابَ اللّٰہِ ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِیْہِ ھَدَاہُ اللّٰہُ مِنَ الضَّلَالَۃِ فِی الدُّنْیَا وَوَقَاہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ سُوْءَ الْحِسَابِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ مَنِ اقْتَدٰی بِکِتَابِ اللّٰہِ لَا یَضِلُّ فِی الدُّنْیَا وَلَا یَشْقٰی فِی الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ فَمَنِ اتَّبَعَ ھُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو شخص سیکھے اللہ کی کتاب پھر پیروی کرے اس کی جو اس میں ہے تو سیدھے راستہ پر چلائے گا اس کو اللہ گمراہی سے بچا کر دنیا میں اور بچائے گا اس کو برے حساب سے — اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا جو شخص پیروی کرے اللہ کی کتاب کی نہیں گمراہ ہوگا دنیا میں اور نہیں بدبخت ہوگا آخرت میں۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی "پس جو شخص پیروی کرے میری ہدایت کی پس نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا۔"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بڑے عالم اور سمجھدار صحابی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور قرآن مجید کی تفسیر کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ انہوں نے اوپر کی حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جو شخص قرآن مجید سمجھ کر پڑھیگا اور جو کچھ اس میں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرے گا۔ اللہ دنیا میں اسے گمراہی سے بچا کر سیدھے راستہ پر ڈال دیگا۔ اور قیامت کے دن اس سے بری طرح حساب نہیں لیا جائے گا۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ الفاظ کہے۔ کہ جو قرآن مجید کے مطابق چلے گا وہ دنیا میں گمراہ نہ ہوگا۔ اور آخرت میں بدنصیب نہ رہے گا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی بات کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی "جو میری آیات پر عمل کرے گا وہ رستہ سے نہیں بھٹکے گا اور نہ بدبخت ہوگا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید صرف اس لیے نہیں آیا ہے کہ اس کو صرف پڑھ لیا جائے اور الفاظ کی تلاوت کر کے اٹھا کر رکھ دیا جائے۔ گو یہ کام بھی ثواب سے خالی نہیں اور اس سے قرآن مجید کی حفاظت کی غرض بھی پوری ہوتی ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے اس کتاب میں انسان کے لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتایا ہے اور سیدھے راستہ پر چلنے کی ترکیب ارشاد فرمائی ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ ہر انسان اس کا مطلب سمجھے اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے اس کے مطابق عمل کرے ورنہ اگر پڑھ کر رکھ دیا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ اس میں کیا لکھا ہے تو اس کو دو مصیبتیں پیش آئیں گی ایک تو یہ کہ دنیا میں جو وہ کر رہا ہے اس میں سے بہت کچھ غلط ہوگا۔ اور ضروری نہیں کہ اس کا کرنے والا سیدھے راستہ پر چل رہا ہو بلکہ سخت خطرہ ہے کہ غلط راستہ پر پڑ گیا ہو کیونکہ ہر وقت شیطان اس کو بہکاتا رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت کے دن جب ہر ایک کے اعمال کا حساب لیا جائے گا تو ایسے شخص کو جواب دہی میں بڑی مشکلات پیش آئیں گی اور بری طرح شرمندہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا جواب اس کے پاس کچھ نہ ہوگا کہ قرآن مجید کے موجود ہوتے ہوئے وہ غلط راستے پر کیوں چلا۔ اس کی ایک موٹی سی مثال ہے۔ اس پر غور کر لینے سے شاید کچھ ہماری آنکھیں کھلیں۔

ایک زبردست بادشاہ اپنے ایک خاص آدمی کے ہاتھ زید کے پاس ایک حکمنامہ بھیجتا ہے اور اس میں یہ

(باقی ص ۲۳ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

— جاری کردہ —
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
قدس سرہ العزیز

— رئیس التحریر —
مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہم

— مدیر مسئول —
جانشین شیخ التفسیر
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

— مدیر —
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک

سالانہ	۲۶ — ۰۰
ششماہی	۱۴ — ۰۰
سہ ماہی	۷ — ۰۰
فی شمارہ	۰ — ۶۰

شرفِ انسانیت اور ہمارا طرزِ عمل

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے کنونشن کے موقعہ پر جہاں دوسرے مسائل پر قراردادیں منظور ہوئیں وہاں بلوچستان کے مسئلہ پر بھی ایک قرارداد منظور ہوئی جس کے اہم نکات یہ ہیں :-

- بلوچستان کی عام صورتِ حال سے متعلق حکومت کے اعلان غلط ہیں اور ان اعلانات کی آڑ میں ظلم کا سلسلہ جاری ہے۔
- ستمبر ۱۹۷۵ء میں بعض مقامات پر پھر فوج نے بمباری کی جس میں فریقین کا کافی جانی نقصان ہوا۔
- رمضان شریف کے مقدس ایام میں پنجپائی کے مقام پر انسانی خون بہایا گیا۔
- اکتوبر ۱۹۷۵ء میں قبائلیوں کے تصادم کے بعد وہاں بمباری ہوئی اور بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔
- ۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو قلات، لسبیلہ، خاران اور وڈھ میں بہت جانی نقصان ہوا۔
- بلوچستان میں فوج کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور فضا میں بمبار طیارے اڑتے پھرتے ہیں۔
- لوگوں پر تیزاب چھڑک کر انہیں پانی میں ڈبویا جاتا ہے اور زندہ آدمیوں کو باندھ کر ان کے جسم کو سگریٹوں سے داغا جاتا ہے اور پھر فوجی ان کو پاؤں تلے روندتے ہیں۔

یہ نکاتِ مذکورہ بالا قرارداد کا ماحصل ہیں اور ایک ایسی جماعت نے یہ قرارداد پاس کی ہے جو انتہائی ذمہ دار، محتاط، سنجیدہ اور محب وطن عناصر و افراد پر مشتمل ہے۔

ظاہر ہے کہ انہوں نے محض سیاسی مقاصد کی برآری کے لیے یہ کچھ نہیں کہا بلکہ اس صوبے سے آئے ہوئے ذمہ دار افراد سے حالات سن کر قرارداد مرتب کی اور منظور کی۔

ہم نے وہاں کئی مقامات سے ہو کر پھر جہاں ملک بھر سے آئے ہوئے کارکنوں سے ملاقات کی اور گفتگو کی نیز بہت سے احباب سے بھی ملے۔ اور ان ملاقات میں ایک ایک لمحہ پر گفتگو کی۔ ہم پوری احساس ذمہ داری اور خدا خوفی سے کہہ رہے ہیں کہ یہ واقعات صحیح اور مبنی بر حقیقت ہیں۔

ہم نے یہ سب کچھ سنا اور دل پکڑ کر بیٹھ گئے جب سے اب تک مسلسل اس موضوع پر سوچ رہے ہیں کہ ہم اسلام و ایمان کے مدعی ہیں، اس خدا کے نام لیوا ہیں جس نے اپنے آخری ضابطہ حیات میں ایک انسانی جان کا قتل پوری انسانی برادری کا قتل قرار دیا۔ اور جس نے اسی قانون الٰہی میں دانستہ انسانی جان کی ہلاکت کا تماشہ کرنے والوں کو دائمی لعنت اور ابدی جہنم کا مستحق قرار دیا۔ ہم اس نبی رحمت کے امتی کہلانے کے دعوے دار ہیں جس نے انسانی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت مشترک دینی فرض قرار دیا اور انسانیت کے خون سے ہاتھ رنگنے کو کفر و ضلالت قرار دیا۔

اس پاکباز انسان کا اپنا عمل یہ ہے کہ وہ کعبۃ اللہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت و طواف کے لیے سینکڑوں احباب کے ساتھ طویل سفر کرتا ہے۔ لیکن جب اس کی راہ روکی جاتی ہے تو وہ اپنے قدم روک لیتا ہے محض اس لیے کہ مجھے انسانی خون سے ہاتھ نہ رنگنا پڑیں۔ حالانکہ آج وہ اپنے جلو میں اتنے جانباز رکھتا تھا کہ اگر وہ چاہتا تو دشمنوں کے محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اور انہیں خاک و خون میں تڑپا کر خدا کے گھر کی زیارت ضرور کرتا لیکن اس کے نزدیک انسانی جانوں کا احترام اور انسانی خون کی حرمت بہت زیادہ عزیز تھی۔ لہٰذا وہ طویل سفر کے باوجود معاہدہ کے بعد واپس چلا گیا اور اس طرح شرف انسانی کے احترام کی ایک مثال قائم کر گیا۔

قرآن و سنت تو یہ فرمائیں اور ہم جو ان کے نام لیوا ہیں وہ اپنے ہی بھائی بندوں کے خون و عزت سے اس طرح ہاتھ رنگیں؟ کس قدر شرم کا مقام ہے؟

یہ جو کچھ ہو رہا ہے؟ محض اس لیے کہ کچھ افراد کچھ افراد کی "غلامی" قبول کرنے کو تیار نہیں لیکن خود دار اور بہادر انسان اگر "غلامی" کی زندگی قبول نہیں کرتے تو کیا یہ ایسا جرم ہے جس پر انہیں تباہ و برباد کیا جاتے؟

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ صحیح معنوں میں ہر لحاظ سے مستحق ہیں کہ روح اسلام ان کے عمل سے زندہ ہے۔ اسلام "غلامی" کو کسی صورت قبول نہیں کرتا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک ماتحت عامل حکومت کو انتہائی تہدید آمیز لہجہ میں فرمایا تھا:—

مَتَى اسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا

"کہ تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔"

یہ ارشاد اس وقت فرمایا جب اس ماتحت عامل و گورنر نے مسلم رعایا کے بعض افراد کے ساتھ کچھ ناروا سلوک کیا تھا۔

ان تفصیلات کے بعد کوئی آدمی جو مدعی اسلام بھی ہو اس قسم کی حرکات کا ارتکاب کر سکتا ہے؟

یاد رکھیں بڑائی اور عظمت صرف خدا کو سزاوار ہے اور اگر کوئی کچھ دن کے لیے کسی مقام و منصب پر فائز ہو جاتا ہے تو اسے دوش ہوا پر سوار ہونے کے بعد ان "اہل صدق و صفا" کی راہ اپنانی چاہئے۔ جو اس وقت ملت کی خبرگیری کے لیے گشت لگایا کرتے تھے۔ جب پوری ملت گہری نیند سوتی تھی۔ یہی ایک طریقہ ہے جس کے نتیجہ میں انسان "خلیفۃ اللہ" کے لقب گرامی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح ایک انسان دارین کی سعادتوں سے متمتع ہو سکتا ہے۔ بصورت دیگر ظلم و جبر تو بہرحال ظلم و جبر ہے جس کی بنا زیادہ دیر سلامت نہیں رہ سکتی۔

اور بقول ایک محقق و دانشور

"کفر کے ساتھ حکومت اور سلطنت باقی رہ سکتی ہے لیکن جس قوم کا خصوصی امتیاز ظلم و ستم اور جبر و قہر ہو جائے اس کے لیے انقلاب ضروری ہے۔"

اللہ تعالیٰ بلوچستان سمیت پورے ملک کے مظلومین کی حمایت و نصرت فرمائیں اور جبر و استبداد کے داعی لوگوں کو اپنی اصلاح کی توفیق بخشیں۔ آمین!

خطبہ جمعہ

مرتب

محمد سعید الرحمٰن علوی

صراط مستقیم سے انحراف

تباہ ہونے کے مترادف ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔

یہ آیت کریمہ سورہ انعام کی ۱۶۹ ویں آیت ہے جس کا ترجمہ ہے :۔

"یہ میری سیدھی راہ ہے پس اس کی تم پیروی کرو اور متفرق راستوں پر مت چلو ، پس (یہ طرز عمل) تمہیں سیدھی راہ سے ہٹا دے گا اس کی اللہ تعالےٰ تمہیں وصیت کرتے ہیں تاکہ تم متقی ہو جاؤ!"

گویا اللہ تعالےٰ نے صراط مستقیم اپنانے اور اس پر چلنے کا حکم فرمایا ۔ اور فرمایا ایسا کرو گے تو متقی ہو جاؤ گے یاد رکھیں "لعل" کا معنی عام حالات میں "شاید" ہے لیکن اس کی نسبت جب خدا ، رسول ، قرآن کی طرف ہو تو معنی "یقین" میں بدل جاتا ہے گویا معنی ہوگا کہ اس پر چلو تو یقیناً متقی ہو جاؤ گے ۔

قرآن کریم نے اپنی ابتدائی سورہ "فاتحہ" میں ہر مسلمان کو "صراط مستقیم" کے طلب کی دعا سکھائی ــ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ "اے اللہ ! ہمیں سیدھی راہ دکھلا" ۔ اور "صراط مستقیم" کی تعریف اس کے ساتھ متصل یہ فرمائی صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۔ یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا" ۔ وہ انعام یافتہ کون ہیں؟ اس کا جواب بھی قرآن عزیز نے سورۂ نساء میں دیا ہے ۔ یعنی نبی ، صدیق ، شہید ، صالح ۔ یہ چار طبقے ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۝ گویا اللہ تعالےٰ نے صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ وہ کون سی راہ ہے ۔

یہ خیالات آج صبح اخبارات پڑھ کر ذہن میں آئے ۔ پاکستان کا وہ حصہ جو آج بنگلہ دیش کے نام سے موسوم ہے ۔ اس میں انقلاب اور جوابی انقلاب کی جو صورت حال ہے اور جس طرح انسانی خون بے دریغ طریق سے بہہ رہا ہے ، عزتیں لٹ رہی ہیں ۔ یہ سب کچھ پڑھ رہے ہیں سن رہے ہیں اور پریشانی کا ایک عالم ہے اور اس کے ساتھ اس حصہ میں جو صورت حال ہے وہ بھی آنکھوں کے سامنے ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے ؟ اگر بہ حیثیت مسلمان سوچا جائے تو بات بالکل واضح ہے یعنی یہ کہ وہی صراط مستقیم جس کو مانگنے کی دعا اللہ تعالیٰ نے خود سکھلائی اور جس کی اتباع و تابعداری کا اللہ نے حکم دیا ہے ، اس سے انحراف اور گریز ہماری تباہی و بربادی کا باعث بنا ہوا ہے ۔

اللہ تعالےٰ کا ایک واضح فیصلہ ہے ، سنت الہٰی ہے جس پر واقعاتی شہادتوں سے قرآن بھرا پڑا ہے ۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ جب کسی قوم نے کجروی اور بے عملی اختیار کی ، قوانین الہٰی کو ٹھکرایا تو خدا نے اس قسم کی قوموں کو زیروزبر

کر دیا۔ سکون و اطمینان کی دولت سے محروم کر دیا۔ آپس کی رقابتیں، جنگ و جدل اور باہمی چپقلش نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہ ایک ایسی صورت ہے جو کبھی نہ تبدیل ہوئی اور نہ ہو سکتی تھی کیونکہ خدا کا ارشاد لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔ اس قرآنی کسوٹی کے مطابق ذرا اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں۔

میں نے پہلے بھی کئی بار عرض کیا کہ اس برصغیر کو اللہ تعالٰے نے بڑی عظمتوں سے نوازا۔ حتیٰ کہ "ہبوط آدم" یعنی آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا ہوا تو اسی برصغیر کی سرزمین کو آپ کے قدوم میمنت لزوم سے نوازا گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ السلام کا مبارک زمانہ آیا تو یہاں کی سرزمین پر آپ کے ساتھی یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں ہی یہ سرزمین اہلِ حق کی تشریف آوری سے بہرہ ور ہو چکی تھی۔ اس کے بعد اس سرزمین پر ہمیشہ اہل حق موجود رہے۔ اور ایک طویل عرصہ تک یہاں ملتِ اسلامیہ اختیار و اقتدار کی بھی مالک رہی۔ باوجودیکہ یہاں مسلمان کبھی اکثریت میں نہ تھے ہمیشہ ہی اقلیت میں تھے۔ لیکن ایمانی قوت، دینی غیرت، اخلاقی برتری، فرائض دینیہ میں انہماک جیسی اعلیٰ صفات کے پیش نظر قدرت کی اعانت و نصرت ان کے ہمراہ تھی اور ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا۔ لیکن جونہی اخلاق و کردار رو بہ تنزل ہوئے، روحانیت کی جگہ مادیت نے ڈیرا جما لیا تو اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ کے قرآنی قانون کا لاگو ہونا ضروری تھا۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک تبدیل نہیں فرماتے جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل لے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور شعر بھی ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

یعنی جب قوم اجتماعی طور پر ایک رُخ اپنا لیتی ہے تو پھر اللہ تعالٰے بھی اس کو اسی طرف کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس اصول ربانی کو سامنے رکھیں اور پھر سوچیں کہ جب ہم بڑے طمطراق اور کروفر سے یہاں حکومت کر رہے تھے ہماری کھیتیاں لہلہا رہی تھیں، دولت کی ریل پیل تھی مدارس اور یونیورسٹیوں سے ملک بھرا پڑا تھا تو پھر اچانک بربادی کا انقلاب کیوں آیا؟ ظاہر ہے کہ اس انقلاب کا سبب ہماری اجتماعی بے راہ روی تھی۔ اس بے راہروی نے ہمیں غلام بنایا۔ ہم افلاس، جہالت، ناداری غربت، آپس کی لڑائی جھگڑوں اور نہ معلوم کن کن مصائب کا شکار ہو گئے۔ پھر قدرت نے ایک طبقہ پیدا کیا جس نے حالات کا رُخ موڑنے کی کوشش کی۔ یہ وہی طبقہ تھا جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تا قیام قیامت حق کی خدمت کرنے والے برابر موجود رہیں گے۔ اسی طبقہ کے سرخیل حضرت مجدد الف ثانی رحؒ تھے۔ اسی میں شاہ ولی اللہؒ اور ان کی اولاد تھی، سید احمد شہید تھے، شاہ اسمٰعیل شہید تھے، پھر اکابرین دیوبند تھے، مجاہدین حریت تھے جنہوں نے انتہائی المناک حالات سے دوچار ہونے کے بعد آزادی کی منزل قریب کر دی۔ لیکن جونہی وہ منزل قریب آئی اعلان آزادی سے چندے پہلے فسادات کا ایک ایسا لاوا پھوٹ پڑا جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔

۱۹۴۷ء کے واقعات انتہائی شرمناک تھے۔ اس دور میں جس طرح عزتیں لُٹیں، عصمتیں برباد ہوئیں، املاک اور جاگیریں تباہ ہوئیں۔ بے تحاشا خون بہا۔ اس دور میں جو نفرت و حقارت کا بیج بویا گیا وہ آج ایک تناور درخت بن چکا ہے اور برصغیر کا چپہ چپہ آج تک اسی طرح المناک نقشہ پیش کر رہا ہے۔ بنگلہ دیش کے موجودہ حالات ہوں یا اندرونی ملک کی کش مکش سب چیزوں کا ایک ہی سبب ہے یعنی راہ حق سے انحراف — اور اس سے چھٹکارا کا ایک ہی ذریعہ ہے:۔ اِنَّ ھٰذَا



اہلِ حق سے نسبت و تعلق

خدا کا خصوصی انعام ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

حضرت الامام لاہوری قدس سرہ العزیز اصلاح خلق کے لیے ہر جمعرات کو مجلس ذکر کا اہتمام فرماتے تھے جس کے بعد کلماتِ نصیحت ارشاد فرماتے۔ یہ سلسلۂ خیر آں مخدوم کی وفات شریف کے بعد بھی جاری ہے (خدا ہمیشہ جاری رکھے)

ہر مہینے کی پہلی جمعرات کی مجلس ذکر کے بعد بجائے تقریر کے آیت کریمہ کا ورد ہوتا ہے اور دوسری جمعراتوں کے علاوہ اس جمعرات کو زیادہ رش ہوتا ہے۔

ذی قعدہ کی پہلی جمعرات کی اس محفل خیر و سعادت میں مکرم مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی اور خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل رکن مجلس شوریٰ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان بھی تشریف فرما تھے نماز کے بعد حضرت کے ارشاد پر دونوں حضرات نے خطاب کیا۔ اوّل الذکر کا خطاب صرف چند منٹ تھا جبکہ مولانا محمد اجمل نے مفصل خطاب فرمایا اس کی رپورٹ مدرسہ قاسم العلوم کے مدرس مولانا صالح محمد حضروی کی محنت سے ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

بعد خطبہ مسنونہ!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

حضرات!

حضرت مولانا کے ارشادو ملفوظات کے بعد حضرت قاضی صاحب نے نہایت اختصار کے ساتھ چند اہم باتیں آپ کے سامنے پیش فرمائی ہیں۔ مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں بھی اس محفل و مجلس میں کچھ عرض کروں۔ میں یہ بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت خیرالکلام ما قلّ و دلّ ـــ (بہترین کلام وہ ہے جو مختصر ہو لیکن جامع ہو) کے پیش نظر دونوں ہمارے بزرگوں نے نہایت کام کی باتیں فرمادی ہیں۔ اس مجلس و محفل کے بعد خدام الدین کے سلسلہ میں ایک اہم میٹنگ ہو رہی ہے۔ قاضی صاحب بھی اسی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ ہمارے اور دوست بھی اس سلسلہ میں دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں تشریف لائے ہیں۔

اس وقت جس دور سے ہم گزر رہے ہیں تو یہ تقریر کا دور نہیں ہے تقدیر کا دور ہے۔ اللہ سے اب بھی دعا مانگو اور پھر بھی مانگا کریں کہ پروردگار اس پاکستان کی حفاظت فرمادے اور اس میں دینِ متین کو غالب فرمائے۔ اللہ پاک ان مراکز کو سلامت رکھے (آمین) اور ان مرکزی شخصیتوں کو بھی! حضرت تو سب کے لیے

دعا مانگتے ہیں اور میں ان کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ پروردگار ان کو بہت دیر تک سلامت رکھے (آمین) جس طرح مقناطیس ہوتا ہے اور وہ سوئیاں کھینچتا ہے اسی طرح یہ مقناطیسیت یہاں موجود ہے اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کامل موجود ہے۔ آپ حضرات خوش نصیب ہیں خوش قسمت ہیں جو آپ دور دراز سے آکر استفادہ کر رہے ہیں۔ اور کل قیامت کے دن انشاء اللہ کامیابی اور کامرانی آپ دیکھیں گے کہ ان حضرات کے ساتھ جڑنے سے کس قدر پروردگار نے فضل فرما دیا ہے۔

بہت سے لوگ ہیں مدعی ہیں۔ لیکن وہ حق پر نہیں ہیں۔ دوسروں کو حق کیا سکھائیں گے۔ نابینا بینا کو کس طرح بینا کر سکتا ہے، خود گمراہ ہے، گم کردہ راہ ہے وہ لوگوں کو کیسے راستہ دکھا سکتا ہے، وہ کیسے راہنما اور راہبر بن سکتا ہے۔ بہت سے راہزن راہنما کا لیبل لگائے پھر رہے ہیں۔ شرک و بدعت کی تلقین کرنے والے مدعی تصوف ہیں۔ میں کیا کہوں بہت زیادہ ظلم ہو رہا ہے۔ یہ جماعت ہے پروردگار نے اسے نوازا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حضرت لاہوریؒ تک آئیں ہر فرد، ہر بزرگ ایک انجمن ہے، ایک ادارہ ہے، ایک جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت سے کام لیا، ایک گلدستہ ہے، ہر پھول کی الگ خوشبو ہے اور کسی بزرگ کا جملہ ہے۔ شاگرد میسر آئے یا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یا اس کے بعد پھر تلامذہ اور شاگرد میسر آئے ہیں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کو "مل کر کہو رحمۃ اللہ علیہ۔ مثال نہیں ملتی، نظیر نہیں ملتی۔ ہر ایک بزرگ کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ متنبی کا شعر ہے ؎

مضت الدهور وما اتين بمثله
ولقد اتى فعجزت عن نظرائه

وقت اجازت نہیں دے گا کیونکہ بعد میں اہم میٹنگ ہے۔ میں اختصاراً کہنا چاہتا ہوں کہ آپ خوش نصیب لوگ ہیں لیکن آپ اپنے اوپر یوں قناعت کر کے نہ بیٹھیں۔ کہ میں ذکر اذکار کرتا ہوں بلکہ اپنے حلقے میں اوروں کو لائیں تاکہ خدا کرے وہ بھی ظلمات سے نور کی طرف آئیں۔ وہ بھی بدعات سے نکل کر سنت میں آئیں۔ تاکہ وہ بھی شرک سے نکل کر توحید کی طرف آئیں۔ سمجھنے والے میری بات کو سمجھتے ہیں۔ اس دور میں کیا ہو رہا ہے۔ آج ان علماء حق پر الزام اور اتہام ہے۔ جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو نہیں چھوڑتے۔ میں نے پڑھا ہے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کے متعلق کہ وصال ہونے والا ہے۔ آخری وقت پیاس محسوس ہوئی۔ پانی لایا گیا۔ آپ بیٹھ نہیں سکتے تھے خدام نے ہاتھوں پر سر کو اونچا کیا تکیہ رکھا۔ پانی پلانا چاہا تو فرمایا یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کے خلاف ہے کہ تکیہ لگا کر پانی پیا جائے یا کھایا جائے۔ مجھے بٹھا دو میں پیغمبرؐ کی سنت کے خلاف نہیں کر سکتا۔

سید الطائفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند جس دیوبند کا فیض عام ہند و پاک ہی میں نہیں بلکہ بیرون ہند بھی ہے۔ آج مکہ مکرمہ میں جو خطیب ہیں مولانا عبداللہ خیاط وہ شاگرد ہیں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ شاگرد ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے۔ میں کس کس کا تذکرہ کروں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب انگریز مظالم توڑ رہا تھا ظلم و ستم، جور و جفا کی چکی چلا رہا تھا۔ اس وقت یہی اکابر میدان میں تھے۔ آج بعض لوگ تاریخ کو بدل رہے ہیں۔ اور اپنے بزرگوں کے سر پہ سہرے باندھ رہے ہیں۔ ہم تو سہروں کے قائل ہی نہیں ہیں۔ تم سہرے کیا باندھو گے جو ہندوستان کو اس وقت دارالسلام کہہ رہے تھے۔ اس وقت ہمارے بزرگ تھے۔ جنہوں نے کہا تھا انگریز بے ایمان کی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے اور جو مرے گا حرام موت مرے گا۔ یہ ان کا مقام تھا جنہوں نے انگریز کی آنکھ میں آنکھ ڈالی ہے اور برملا کہا ہے۔ یہ دارالحرب ہے دارالسلام نہیں ہے۔ اور مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت حضور پرنور مولانا احمد رضا خان دارالسلام کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ کتاب لکھی ہے ہمیں نہ چھیڑو۔ خدا کی قسم! جب تم تاریخ کے آئینے میں آؤ گے تو تمہیں اندھیرا نظر آئے گا۔ روشنی ہمارے حصہ میں ہوگی۔ انشاء اللہ! وہ حق گو لوگ جنہوں نے انگریز کو ٹھکرایا جو عدالتوں میں پیش ہوئے۔ مولانا محمد علی جوہر اس کراچی میں مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

کے قدم چوم رہے تھے۔ جب حدیثوں کے انبار لگائے اور قرآن کی آیات پیش کیں۔ انگریز جج نے کہا "حسین احمد! تجھے پتہ ہونا چاہیے کہ تو جو باتیں کر رہا ہے اور جو کیس چل رہا ہے یہ بغاوت ہے۔ اس کی سزا پھانسی ہے"۔

حضرت مولانا نے بغل سے کفن نکال کر کہا "او انگریز! میں دیوبند سے کفن لے کر آیا ہوں"۔ (نعرہ ہائے تکبیر) تم اس پہ پانی ڈالتے پھرتے ہو۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون: ع

"پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"

یہ میرے اکابر تھے ؎

اُولٰئِکَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِھِمْ

اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو کہاں لے جاؤ گے۔ آج سنا ہے کہ لاہور میں ایک نمبر شائع ہوا ہے سوادِ اعظم۔ اور اس میں غازی علم الدین شہیدؒ کا تذکرہ ہے لیکن اتنا بخل سے کام لیا ہے کہ اس میں شاہ صاحب کا نام تک نہیں۔ حالانکہ آج بھی جا کر اگر بولنے کی بات ہوتی تو علم الدین سے پوچھا جاتا کہ تو کس کی تقریر پہ میدان میں نکلا تھا اور نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ تو نے اپنی جان کو نچھاور کیا تھا۔ تجھے بھڑکانے والا کون تھا؟ اگر آج بھی زبان ہو تو وہ کہے گا۔ ایک سید تھا جس کا نام عطاء اللہ بخاریؒ ہے (نعرہ تکبیر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد) آج تحریک ختم نبوت کا مسئلہ بھی انہی کی برکات سے حل ہوا۔ انہی کی قربانیاں تھیں۔ شورش کو بنانے والا کون تھا۔ میں نے اس دن بھی تقریر میں کہا تھا لوہا سنگ پارس کے ساتھ لگ جائے تو سونا بن جاتا ہے۔

یہ تو پروردگار کی شان ہے۔ جب چاہے جس کو چاہے نوازتا ہے۔ صدیق اکبرؓ بھی کچھ نہ تھے، عمر فاروقؓ بھی کچھ نہ تھے، حضرت عثمانؓ بھی کچھ نہ تھے، علی المرتضیٰؓ بھی کچھ نہ تھے جب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے، بیٹھے، زانوئے تلمذ کو ٹیکا، درس حریت لیا۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عشق آیا تو پھر کیا تھا، وہ ابو بکرؓ تھے تو صدیق اکبرؓ بن کر چمکے، وہ عمرؓ تھے تو فاروق اعظمؓ بن کر گرجے، وہ عثمانؓ تھے تو ذوالنورینؓ کہلائے، وہ علیؓ تھے تو اسد اللہ الغالبؓ بنے، وہ خالدؓ تھے تو سیف اللہ بن کر چمکے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ شورش کا کوئی کمال نہ تھا شورش خود معترف ہے کہ مجھے بنانے والے یہی لوگ تھے۔ خدا غریق رحمت کرے (آمین) پروردگار آخر میں اس کو لے گیا ہے اور وہ جا کر بشارت سنائے گا عالم ارواح میں کہ مرزائیت کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے ان کو اقلیت قرار دے دیا گیا ہے۔ جو آپ چاہتے تھے اللہ نے کر دیا ہے۔

شاہ جی کا تذکرہ علم الدین شہید کے سلسلے میں نہیں اور خدا کے بندو! وہ بات کس نے کہی تھی جس نے علم الدین کو بھڑکایا۔ مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہندوستان۔ اور مولانا احمد سعید سحبان الہند ان کی موجودگی میں شاہ صاحب نے اس دہلی دروازے کے باہر بات کہی تھی اور فرمایا تھا۔ او مسلمانو! مفتی صاحب کو خطاب کیا، مولانا احمد سعید کو خطاب کیا کہ حضرت عائشہؓ بال کھولے ہوئے یہ کہہ رہی ہیں کہ میرے نبی میرے شوہر کی عزت لوٹی جا رہی ہے، اور ان کی ختم نبوت پہ حرف آ رہا ہے۔ کافر بے ایمان "رنگیلا رسول" لکھتا ہے۔ اس پہ مسلمان مشتعل ہوئے اور اس کافر کو جہنم رسید کیا۔

بات کو طول دینا نہیں چاہتا میں تو آیت پڑھ چکا ہوں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی ہو۔

اس میں دعوت ہے، تبلیغ ہے کہ سچوں کے ساتھی ہو تفصیلات میں جاؤں تو گھنٹے لیکن اختصار پہ آؤں تو منٹوں کی بات ہے۔ اور یہ ساتھ آپ کو میسر آ گیا ہے یہ نعمت عظمیٰ ہے۔ اگر آپ کسی ڈبہ پیر کے ہاتھ پہ بیعت ہو جاتے تو پھر کیا ہوتا؟ — بربادی — اللہ کا شکر کرو پروردگار نے فضل فرمایا۔ حق والوں کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے یہاں کوئی نذرانے کی بات نہیں کچھ ٹکرانے کی بات نہیں نہ جیب کشادہ رکھے ہوئے ہیں کہ ڈالتے جاؤ۔ یہاں سے لے کر جاتے ہیں کہا کرتے ہیں اللہ آباد رکھے اور مزید ترقی دے (آمین) رہ گئی دوسروں کی بات تو بقول حضرت حکیم الامت لطیفہ سن لو۔

فرمایا ان دنیا داروں کی بات کیا کرتے ہو ایک مرید تنگ آگیا پیر سے۔ تو اس نے کہا حضرت آج رات کو خواب دیکھا ہے اس نے کہا دنیا دار تھا جیسے بوسہ پیر، ڈبہ پیر، یہ پیروں کے نام ہیں، یہ آپ کے باغبان پورہ میں تھا۔ مریدنیاں مرید اکٹھے ہیں مردوں کو کہتا ہے عورتوں کو بوسہ دو عورتوں کو کہتا ہے مردوں کو بوسہ دو۔ نام ہی بوسہ پیر اور تنقید کی جائے تو کہتے ہیں مولانا! تم نہیں جانتے شریعت اور ہے طریقت اور ہے۔ یہ پہنچے ہوئے ہیں۔ ذرا غور کرو بہر حال اس نے کہا حضرت میں نے خواب دیکھا ہے کہا بارک اللہ بیان کر، اس نے کہا حضرت میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ گندگی میں ہے اور آپ کا ہاتھ شہد کے پیالے میں ہے تو پیر صاحب پھڑکے اور اچھلے۔ اور وجد آیا اور کہا تم دنیا کے کتے، تمہارا ہاتھ گندگی میں نہ پڑے تو کہاں پڑے اور ہمارا ہاتھ شہد میں نہ پڑے تو کہاں پڑے؟ وہ مرید تنگ آیا ہوا تھا اس نے کہا حضرت خواب ختم نہیں ہوا ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا — آپ میرا ہاتھ چاٹ رہے تھے میں آپ کا ہاتھ چاٹ رہا تھا۔ نقشہ ایسا کھینچا کہ یاد کرے گا پیر! اکابر علماء دیوبند پر بوچھاڑ کرتے ہو، ان کو برا کہتے ہوئے چاند پہ تھوکنے والا چاند کا کیا نقصان کرے گا۔ اس روشنی میں کوئی فرق نہ پڑے گا؟ بھائی! آپ کو مبارک دیتا ہوں۔ کہ آپ کا تعلق جڑا ہے علماء حق کے ساتھ بزرگان دین کے ساتھ وہ بزرگ جنہوں نے ساری زندگی خدمت دین میں گزار دی۔ حضرت لاہوریؒ چالیس برس تک قرآن کا درس دیتے رہے ریل میں بھی اور جیل میں بھی سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔ دو بیٹھے ہیں تب دیا ایک بیٹھا ہے تب دیا جیل میں گئے تو ہندو کو درس دیا۔ اور اللہ نے اثر کیا۔ پھر چالیس برس کے بعد پروردگار نے مٹی میں بھی خوشبو پیدا کر دی۔ ابھی قاضی صاحب فرما رہے تھے سعدی شیرازی کے بارے میں۔ کہ یہ تیرے اندر خوشبو کہاں سے آئی تو مٹی نے کہا میری حیثیت کیا تھی۔ اندر اور آ گیا ہے جس کی وجہ سے خوشبو مہک اٹھی ہے یہ صحبت کے اثرات ہیں صحبت پر ایک بات سمجھ لو۔ حضرت حکیم الامتؒ نے لکھا ہے۔ انڈہ مردہ۔ مرغی زندہ۔ اور مردہ انڈہ کو صحبت میسر آئے زندہ مرغی کی اور مرغ بن جائے دیکھیں۔ مرغی اس پر بیٹھی اور تدریجی حرارت پہنچی تو اس صحبت سے زندہ مرغ بن گیا۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ایک دن میں بات نہیں بنتی۔ ادھر بیعت ہوا ادھر خلافت مل جائے یہ بات بھی نہیں ہے محنت کرنی پڑے گی۔ یہ ضابطہ ہے لیکن جب خدا فضل فرمانے پر آئے تو یوں بھی نواز دے حضرت نظام الدینؒ دہلوی کی خدمت میں کوئی صاحب آئے بہت بڑے عالم فاضل! تو حضرت نے ہفتے کے بعد خلافت دے دی۔ اور بیسیوں برس کے پڑے ہوئے تھے جو روٹیاں کھاتے تھے لنگر کی۔ ان کو کچھ نہ ملا تو انہوں نے کہا کہ دیکھو جی خلافت دے دی سات دن کے بعد! حضرت نے سنا تو ضبط فرمایا کیونکہ بزرگوں کے سینے سمندر ہوتے ہیں۔ بہر حال حضرت نے کچھ دن گزرنے پر سب خدام جو موجود تھے اور وہ صاحب جن کو خلافت دی تھی سے کہا کہ یہ کبوتر ہیں ایک ایک کبوتر لے جاؤ اور ایسی جگہ ذبح کر کے لے آؤ جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو سارے دوڑے اور منٹوں میں ذبح کر کے لے آئے۔ اور وہ جن کو خلافت دی تھی وہ آئے اور کبوتر زندہ لے کر آئے۔ تو حضرت نے بلا کر کہا کہ یہ سب ذبح کر کے لے آئے ہیں اور آپ کبوتر زندہ لائے ہیں کہا حضرت آپ نے جو قید لگائی! اس کی وجہ سے میں پریشان تھا۔ آپ نے فرمایا تھا ایسی جگہ پر ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے میں جہاں ذبح کرنے بیٹھا وہیں خدا دیکھ رہا تھا اب حضرت نے فرمایا یہ وجہ تھی خلافت کی۔ بعض لوگ ہم پر یہ بھی الزام رکھتے ہیں کہ یہ تو تصوف کے قائل ہی نہیں ارے ملا جو قائل ہی نہیں تو قادری نقشبندی، چشتی، سہروردی کیسا ہے؟ ہمارے ہاں تصوف کا مطلب صرف اتنا ہے کوشش یہ کی جاتی ہے کہ بھائی دل کو کسی طریقے سے ٹھیک کر لو۔ بس بات اتنی ہے اور مجھے اکبر کا وہ شعر یاد آتا ہے عجیب شاعر گزرا ہے اس نے ایک مصرع میں تصوف کو بیان کیا وہ کہتا ہے۔

کسی سے میں یہ کیوں پوچھوں تصوف کس کو کہتے ہیں
خود اپنے دل کو دیکھا اور سمجھا اس کو کہتے ہیں

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

جب دل صحیح ہو جائے تو پھر خلوت میں بیٹھ کر بھی گناہ نہیں ہوتا آپ نے دیکھا اللہ کے نام کی برکت ؟ یہ آیت کریمہ کا ورد کیا ہے ؟ (یونس علیہ السلام) نبی پکار رہے ہیں اور ان بدعقیدوں کو کون سمجھائے کہ نبی خدا کا مچھلی کے پیٹ میں ہے۔ اور ان سے پہلے بھی بڑے بڑے نبی گزرے ہیں وہ کہہ سکتے تھے۔ اے ابراہیم مدد کر۔ اے آدم مدد کر اے نوح مدد کر لیکن پکارا تو صرف خدا کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں مولا تیرے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔ بولو ایمان سے اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا ہے ؟ اونچی آواز سے بتلاؤ (نہیں) تاکہ فرشتے رپورٹ پیش کریں کہ پروردگار تیری توحید بیان ہوئی۔ اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے کوئی حاجت روا نہیں ہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین زیادتی کر بیٹھا ہوں اثر کیا ہوا ؟ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ قاری صاحب نے ابھی پڑھا فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ ہم نے اپنے نبی کی پکار کو سنا اور ہم نے غم سے نجات دی۔ اور یہاں سوال پیدا ہوتا ہے میں خود پیدا کرنا چاہتا ہوں بعض بھائی کہتے ہیں مولانا۔ یہ ٹھیک ہے لیکن وہ نبی تھے نبی کی بات سنتا ہے رب ہے ! ہماری نہیں سنتا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ خدا کی قسم سب کی سنتا ہے وہ تو شیطان مردود کی بھی سنتا ہے۔ جب وہ مقابلے پر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تیرے عزت و جلال کی قسم میں تیرے ان بندوں کو اور آدم کی اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا تو ان میں اکثر کو شکرگزار نہیں پائے گا میں دائیں بائیں آگے پیچھے ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ پروردگار نے کہا کہ بک مت کر مردود تو لعنتی ہے اور قیامت تک کے لئے لعنتی ہے اس موقعہ پر جب وہ پروردگار کے سامنے گستاخی کر رہا ہے۔ قسمیں کھاتا ہے اللہ کو غصہ دلاتا ہے پھر کہتا ہے مجھے قیامت تک کے لئے مہلت دے۔ پروردگار نے کہا جا تیری یہ درخواست بھی منظور ہے۔ بہرحال قرآن نے کہا ہم نے حضرت یونس کی پکار کو سنا شرف قبولیت سے نوازا۔ اور ہم نے ان کو غم سے نجات دی۔ آگے سورۃ صٰفٰت میں ہے کہ مچھلی کو کہا اگل دے۔ اور جب اندر گئے تو مچھلی سے یہ بھی کہہ دیا تھا تیری غذا نہیں ہے۔ تیرا پیٹ قید خانہ ہے۔ نقصان نہ ہو۔ کیا بات کہوں خدا کے ذکر میں کتنی برکت ہے کہ اگر حضرت یونسؑ میری تسبیح نہ پڑھتے۔ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے میں نہ نکالتا۔ مجھ کو کون پوچھنے والا ہے

مجھ سے کون حساب لے سکتا ہے۔ کوئی ہے اللہ سے حساب لینے والا کوئی ہے اللہ کو ڈانٹ پلانے والا کوئی ہے اللہ پر رعب جمانے والا۔ سب اس کے دست بستہ اس کے سوالی۔ سب سے بڑی شخصیت خدا کے بعد جس کا درجہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی سوالی دوڑتا آتا ہے کہ سب سے بڑی ہستی کیسی دعائیں مانگے۔ اگر حضرت یونس لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین نہ پڑھتے للبث فی بطنہ الیٰ یوم یبعثون قیامت کی صبح کو لوگ قبروں سے نکلتے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا جاتا۔ لیکن تسبیح پڑھی ہم نے مچھلی سے کہا اگل دے۔ یہ تسبیح کی برکت، اللہ کے نام کی برکت ہے۔ حدیث ہے مضمون طویل نہ ہو جائے جو شخص خدا کو یاد کرتا ہے اس کی مثال ہے زندہ کی اور جو شخص خدا کو یاد نہیں کرتا وہ زندہ چلتا پھرتا ہو وہ ہے مردہ یہ اللہ اللہ کیا کرو۔ دروازے پر دستک دیتے رہو بیکار نہ بیٹھو۔ شیطان دھوکہ دیتا ہے۔ نفس امارہ شرارت کرتا ہے۔ نہیں تم لگے رہو۔ میں تو کہتا ہوں، ذکر کی اتنی سی بات اگر ذہن میں رکھ لیں تو آپ ذکر نہیں چھوڑ سکتے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ چلو اور کچھ نہ سہی یہ تھوڑی بات ہے کہ رب یاد کرے۔ اور فرمایا تم تنہائی میں یاد کرتے ہو میں اپنی تنہائی میں یاد کرتا ہوں تم مجلس میں یاد کرتے ہو۔ میں اپنی محفل میں یاد کرتا ہوں۔ غور فرمائیں تو میں سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ اللہ کے ذکر میں بڑی برکت ہے اور ہر وقت جو پڑھتے ہو۔ سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک اور برکت والا ہے نام تیرا تو نام میں بڑی برکتیں ہیں۔ خاقانی کا شعر ہے اس نے غضب کیا کہا ہے ؎

بہ سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

تیس سال کے بعد خاقانی پر یہ نقطہ فاش ہوا۔ یہ راز سربستہ کھل گیا کہ ایک گھڑی بھی خدا کی یاد میں گزر جائے سلیمانؑ کی سلطنت سے بہتر ہے۔ اور تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ تخت سلیمانی پر پرواز فرما رہے تھے اس میں پٹرول نہیں پڑتا تھا۔ کہ اس کی ٹینکی کو آگ لگ جائے اور گر پڑے یہ ترقی جس کو آپ ترقی کہتے ہیں یہ ترقی نہیں ہے تنزلی ہے ترقی وہ تھی۔ ترقی صحابہ نے کی تھی۔ آج لوہے نے

(باقی صـ ۲۱ پر)

ارضِ مقدس (فلسطین) میں بنی اسـ

چار ہزار سالہ عروج و زوال

سرزمین فلسطین میں جس کو قرآن حکیم نے الارض المقدس فرمایا ہے کنعان (لبنان) (سوریہ) کے لوگ اور وہ قوی ہیکل وحشی بڑی تعداد میں آباد تھے جن کو عمالقہ کہا جاتا تھا۔

حضرت حق جل مجدہ کا منشا یہ ہوا کہ ارض مقدسہ کو ان سے پاک کرایا جائے۔

یہی وہ زمانہ ہے کہ بنو اسرائیل جن کو تقریباً چار سو سال پہلے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں آباد کیا تھا اور اب ان کی تعداد ایک روایت کے بموجب چھ لاکھ ہو گئی ہے۔ فرعون کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیر قیادت مصر سے نکلے تھے۔ اور صحرائے تیہ میں پہنچے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو (یہ بشارت سناتے ہوئے کہ اللہ تعالےٰ نے الارض المقدسہ کو تمہارے لیے طے فرما دیا ہے) اقدام کا حکم دیا۔ آگے بڑھو اور اس سرزمین میں داخل ہو جاؤ۔ جیسے ہی تم داخل ہوگے غالب ہو جاؤ گے۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ (القرآن پ۶ سورہ مائدہ)

ممکن ہے بنو اسرائیل کے دل میں ولولہ پیدا ہوا ہو مگر جب دو با خدا نوجوانوں (حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا) کے علاوہ جائزہ لینے والے وفد کے تمام ارکان نے ان باشندوں کے قد و قامت اور ان کی دلیری کے ہیبت انگیز حالات بیان کیے تو سب کی ہمتیں پست ہو گئیں اور معذرت کر دی کہ ان فیھا قوما جبارین۔

ممکن ہے ان کی معذرت کے الفاظ کچھ اور ہوں مگر یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے کہ ان کی معذرت کا مفہوم ادا کرنے کے لیے ایسا لفظ منتخب کیا جس سے منشا اخراج کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔

کفر کے ساتھ حکومت اور سلطنت باقی رہ سکتی ہے۔ لیکن جس قوم کا خصوصی امتیاز ظلم و ستم اور جبر و قہر ہو جائے اس کے لیے انقلاب ضروری ہے۔ وہ لوگ جو فلسطین میں آباد تھے اگرچہ ان کی نسلیں مختلف تھیں مگر جبر و قہر میں سب برابر تھے۔ اب یہ ایک جابرہ کا گروہ تھا۔ ایسی قومیں پہلے بھی گزر چکی تھیں جن کا طرۂ امتیاز جبر و قہر اور ظلم و عصیان ہو گیا۔

عاد اور ثمود۔ طسم و جدیس وغیرہ ایسی ہی جابر اور قاہر قومیں تھیں ان کے متعلق سنتِ الٰہیہ یہ رہی کہ ان کو قدرتی آفات مثلاً بارش یا آندھی کے طوفان سے تباہ کر دیا گیا کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا، کسی پر آسمان سے پتھر برسائے گئے۔ انسانوں کی طاقت سے ان کو ختم نہیں کیا گیا۔ حضرات مفسرین کی تحقیق ہے کہ سب سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دور میں تدبیر یہ ہوئی کہ انسانوں کو دستِ قدرت کا آلہ کار بنایا جائے اور جابر قوموں کو انسانوں ہی کی طاقت سے مغلوب کیا جائے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جہاد کو شریعت کا ایک حکم قرار دیا گیا اور پیروانِ موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ فلسطین کے جابروں کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس وقت بنو اسرائیل نے اس حکم کی تعمیل سے پہلوتہی کی تو ان کو سزا دی گئی کہ وہ چالیس سال تک اس صحرا میں سرگرداں رہیں گے۔ توریت کا بیان ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد چالیس منزلیں طے کر کے بنی اسرائیل اس مقام پر پہنچے تھے جہاں ان کو سرزمین فلسطین میں داخل ہونے کا حکم ہوا تھا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل سے

کفر کے ساتھ حکومت ا
لیـ
جس قوم کا خصوصی امتیاز ظلـ
اس کـ
انقلاب ضر

...رائیل کے چار معرکے

...ربادی اور لعنت کی داستان

سزا ہی کی تو یک روزہ منزل کو یک سالہ بنا دیا گیا۔ اور داخلہ فلسطین چالیس سال مؤخر کر دیا گیا (گنتی باب ۳۳ میں ان منزلوں کے نام بھی بیان کیے گئے ہیں)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی وفات اسی صحرا میں ہوئی۔ توریت میں ہے کہ اس عرصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ قبائل کو کنعان (لبنان) میں آباد کر دیا تھا۔ بہرحال فلسطین میں داخلہ نہیں ہو سکا البتہ اس عرصہ میں روح جہاد پیدا ہو گئی۔

دونوں بیٹوں کی وفات کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام ان کے قائم مقام قرار دیے گئے۔ انہوں نے اس روح جہاد سے کام لیا اور حکم اقدام کی تعمیل کر کے فلسطین کو فتح کیا۔ بنو اسرائیل کو یہاں آباد کیا اور باقاعدہ حکومت قائم کی جو کئی صدیوں تک (تقریباً پانچ سو سال تک) رہی آس پاس کے علاقے اس مملکت میں داخل کر لیے گئے۔

(البدایہ والنہایہ)

(دوسرا معرکہ) یہ تھا پہلا معرکہ بنی اسرائیل کا اس علاقہ کے باشندوں کے ساتھ یوشع علیہ السلام کے بعد تقریباً تین صدی تک بنی اسرائیل کی حالت درست رہی لیکن پھر خرابی پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ انبیاء علیہم السلام برابر آتے رہے ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ مگر ان کی خرابیاں دن بدن بڑھتی رہیں حتیٰ کہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی گستاخیاں کرتے رہے تو قانون قدرت نافذ ہوا اور وہی عمالقہ وغیرہ جن کو الارض المقدسہ سے نکالا گیا تھا وہ بڑھنے لگے حتیٰ کہ بنی اسرائیل کو اس زمین سے نکال دیا۔ اور ان کے خاندان بھی منتشر کر دیے۔ مگر بنو اسرائیل کے کچھ خاص طبقوں میں دینی احساس باقی تھا۔

انہوں نے اپنے زمانے کے نبی حضرت شموئیل اور توریت کے الفاظ میں سموئیل کی طرف رجوع کیا۔ اور درخواست کی کہ ان کے لیے کوئی ملک (حکمران) مقرر کریں جس کی زیر قیادت یہ راہِ خدا میں جہاد کریں۔ حضرت شموئیل نے ان سے عہد و پیمان لیا اور خود اپنے انتخاب سے یا اللہ تعالےٰ کی وحی کے بموجب ایک شخص کو ان کا ملک نامزد کر دیا۔ قرآن پاک کے الفاظ میں اس کی خصوصیت یہ تھی (زادہ بسطۃً فی العلم والجسم) "اسے علم اور جسم دونوں میں فراخی زیادہ دی تھی" توریت نے اس کا نام ساؤل بتایا ہے اور قرآن حکیم اس کو طالوت کہتا ہے۔ یعنی دراز قد۔ ماخوذ از طول یعنی قرآن پاک نے وہ نام تجویز فرمایا جس سے اس انتخاب کی وجہ معلوم ہو جاتی ہے۔ طالوت نے مقابلہ کیا اور اپنے حملوں میں کامیاب بھی ہوتا رہا۔ مگر ایک بہادر پر وہ قابو نہ پا سکا یہاں تک کہ اس کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ جو شخص اس کو مار دے گا میں اس کو بڑی دولت سے دولت مند کر دوں گا۔ اور اپنی بیٹی اس کو دے دوں گا۔ (۱۷/۲۵ سموئیل) قرآن حکیم نے اس بہادر کا نام جالوت بتایا ہے اور توریت کی زبان میں "جولیت" ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام طالوت کی فوج میں ایک سپاہی تھے۔ یہ سعادت اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے مقدر فرمائی تھی کہ انہوں نے جالوت کو مار ڈالا۔ قتل داؤد جالوت الخ۔ ساتھ ہی قرآن حکیم نے یہ بھی فرمایا ہے۔ وآتاہ اللہ الملک اللہ تعالےٰ نے ان کو (داؤد علیہ السلام کو) ملک عطا فرما دیا۔

...سلطنت باقی رہ سکتی ہے

...ستم اور جبر و قہر ہو جائے

مگر توریت کے طویل بیان کے بموجب حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک آسانی سے نہیں ملا۔ بلکہ ان کو بہت کچھ ایذائیں پہنچائی گئیں اور ان کو بہت زیادہ ستایا گیا۔ (سورہ ص آیتؑ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

واذکر عبدنا داؤد۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس سے بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے مصائب کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ گویا ان کا صبر ایک مثال ہے جو پیش نظر رہنی چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ "قتل جالوت" حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک ایسا کارنامہ تھا جس نے ان کو قوم بنی اسرائیل کا ہیرو بنا دیا تھا۔ سب کی نگاہیں ان پر جم گئیں اور ان کی مقبولیت بڑھ گئی۔

طالوت جو اعلان کر چکا تھا اس کو اس نے ضرور نباہا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو داماد بھی بنا لیا اور ان کو بہت بڑا دولت مند بھی بنا دیا مگر ان کو اپنا حریف بھی سمجھنے لگا۔ علانیہ قتل کر دینا اس کی مصلحت کے خلاف تھا۔ تو درپردہ قتل کر دینے کی صورتیں تجویز کیں مگر وہ ہر مرتبہ ناکام رہا۔ توریت کا بیان یہ ہے کہ وہ اسی طرح کی کئی سازشیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مرگیا اور اس کے مرنے کے بعد داؤد علیہ السلام کو بادشاہ بنایا گیا۔ مگر مؤرخین کا بیان یہ بھی ہے کہ ناکامیوں کے بعد اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا چنانچہ وہ خود حکومت اور سلطنت سے دستبردار ہوگیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا دیا — یہ بنی اسرائیل کا دوسرا معرکہ تھا جس کا انجام نہایت مبارک اور مسعود تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام حکمران قرار دیے گئے۔ یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض (سورہ ص پ ۲۳) پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ یہ بنی اسرائیل کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔

حضرت سموئیل کا ظہور حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد چار سو ساٹھ سال بعد ہوا۔ (البدایہ والنہایہ ۲/۳۲) اس حساب سے "تقریباً" پانچ سو سال بعد ہوا۔ اسرائیل کی ترقی پذیر حکومت دوسری مرتبہ قائم ہوئی۔

تیسرا معرکہ یا انقلاب

حضرت داؤد علیہ السلام کی قائم کردہ سلطنت کا دور عروج تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات پر ختم ہوگیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے جانشین کے بعد سیاسی اتحاد بھی ختم ہوگیا لیکن عمل اور کردار کے لحاظ سے "تقریباً" تین صدی تک یہ قوم اپنی اخلاقی اور دینی ذمہ داریوں کو نباہتی رہی۔ اس کے بعد خرابیاں شروع ہوئیں جو دن بدن بڑھتی رہیں۔

اس دور کے نبی ہر چند اصلاح کی کوشش کرتے رہے مگر ان کی خرابیاں کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی رہیں۔ بائبل کی کتابوں مثلاً "تواریخ ۲ — یا السفر الثانی من اخبار الایام (یعنی یوشع) کی کتاب ارمیاہ کی کتاب، میکا یا میخا کی کتاب وغیرہ میں ان کے مفاسد اور مظالم تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ فسق و فجور کی وبا میں یہ جارحیت بھی تھی کہ:

وہ اہل حق کی نصیحت کو گردن زدنی جرم سمجھنے لگے تھے۔ چنانچہ متعدد انبیاء اس جرم میں جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ یہ انبیاء اس تباہی اور بربادی کی پیشین گوئی کرتے تھے جو ان کے بدترین کردار کے نتیجہ میں آنے والی تھی اور جن کے ہاتھوں میں بنی اسرائیل کی باگ ڈور تھی وہ ان کو قوم کا غدار قرار دے کر قتل تک کی سزائیں دیتے تھے۔ ان نصیحت کرنے والے انبیاء میں آخری نبی حضرت یرمیاہ تھے۔ انہوں نے نام لے کر بتا دیا تھا کہ بابل کے یہ حکمران تمہیں برباد اور تمہارے شہروں کو ویران کر دیں گے۔ مگر ان کی صاف گوئی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو قید میں ڈال دیا۔

بہر حال انجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً ۵۰۰ سال پہلے "بخت نصر" اور توریت کے الفاظ میں " " نے یروشلم پر حملہ کیا۔ جنگجو جوانوں کا قتل عام کیا پھر ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے، عورتوں کو برہنہ کر کے بازاروں میں گشت کرایا، عوام کو غلام بنایا۔ بچوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ شہروں میں آگ لگوا دی، حویلیاں

اور عبادت خانے مسمار کر دیے۔ توریت کے نسخے جلا ڈالے۔ بیت المقدس میں خنزیر ذبح کرائے۔ یہ تھا تیسرا معرکہ یا انقلاب جس میں بنو اسرائیل بھی تقریباً فنا ہو گئے اور ان کے شہر اور آبادیاں بھی۔

سبب اور وجہ

قرآن کریم نے چند الفاظ میں اور توریت نے اپنے مفصل اور مطول بیانات میں اس لرزہ خیز، حیرت انگیز تباہی اور بربادی کا سبب ان کی بے پناہ بداعمالیوں کو قرار دیا ہے یعنی خدا کا قہر و غضب تھا جو بخت نصر اور اس کی فوج کے مظالم کی شکل میں وقوع پذیر ہوا۔ مگر روحانی اسباب کے ساتھ مادی اسباب کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے۔ انسانوں کی نظر انہیں اسباب پر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے غیر مناسب نہیں ہوگا کہ مادی اسباب بھی تلاش کیے جائیں۔ چنانچہ مادی اسباب کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ یہاں مادی اسباب بھی روحانی اسباب سے ملتے جلتے ہیں

مادی اسباب

یہ وہ دور تھا جب بنو اسرائیل کی مادی طاقت انتہائی عروج پر تھی۔ مادی اسباب کی مضبوطی اور فراوانی نے ان میں تعیش کے ساتھ غرور بھی پیدا کر دیا تھا۔ یہی غرور تھا جو ان کو اپنے حقیقی خیر خواہ یعنی انبیاء علیہم السلام سے بغاوت پر اکساتا رہا۔ اب یہ کا غرور برداشت نہیں کرتا تھا کہ ان پر تنقید کی جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی تعلیم دی جائے۔ چنانچہ قتل انبیاء ان کا شیوہ بن گیا۔ غیر معمولی طاقت کا یہ شاخسانہ تھا کہ بابل کے بادشاہ نے حملہ کیا تو نہ صرف یہ کہ حملہ کو پسپا کیا بلکہ ساری فوج کو ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شاہ بابل کا نام سنجاریب اور توریت کی زبان میں سنحیریب تھا بنو اسرائیل کے بادشاہ کا نام صدیقہ تھا۔ (ابن کثیر)

توریت کی روایت ہے کہ یہ لشکر وبا سے ہلاک ہو گیا صرف پندرہ آدمی بچے لیکن محمد بن اسحٰق وغیرہ کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لشکر کا قتل عام کیا گیا صرف وہ آدمی بچے جو بھاگ کر کہیں چھپ گئے تھے۔ سنجاریب نے بھی اسی طرح جان بچائی۔ پہلے اس کی لاش تلاش کی گئی۔ جب لاش نہیں ملی تو جنگلوں اور پہاڑوں میں لوگوں کو دوڑایا گیا۔ بالآخر پہاڑ کے ایک غار میں اس کو پا لیا گیا اور ساتھ ہی پندرہ آدمی گرفتار کیے گئے جو اس کے کُتّاب (اسکیریٹریٹ کے افسر) تھے۔ ان میں ان کا پوتا بخت نصر بھی تھا۔ توریت کے بیان کے بموجب اگر وبا آئی تھی تو سنجاریب کو پہاڑ کے غار میں نہیں بلکہ کسی حکیم کے بیمار خانے میں پناہ لینی چاہیے تھی۔ پہاڑ کے غار میں قتل عام سے بچنے کے لیے پناہ لی جاتی ہے۔ وبا سے بچنے کے لیے نہیں۔ بہر حال شاہ سنجاریب اور اس کے ساتھیوں کی گردنوں میں کڑے (طوق) ڈالے گئے۔ روزانہ بیت المقدس اور ایلیا کے اطراف میں ان کو گھمایا جاتا تھا اور جو کی دو روٹیاں ان کو دی جاتی تھیں۔ جب اسی حالت میں ستر دن گذر گئے تو سنجاریب نے درخواست کی کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ ہر وقت کی اس مصیبت سے ایک دفعہ قتل کر دیا جانا بہتر ہے۔ (ابن کثیر وغیرہ)

اس درخواست کے جواب میں یہ ہوا کہ ان کو بابل پہنچا دیا گیا۔ سنجاریب بابل پہنچنے کے بعد سات سال زندہ رہا۔ اور پھر اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے پوتے بخت نصر کو اس کا جانشین بنایا گیا۔ اس عرصہ میں بنو اسرائیل کا بادشاہ صدیقہ بھی مر گیا اور اس کی جگہ ناشید بادشاہ بنایا گیا۔ مگر اس کے دور میں نظام سلامت استوار نہیں ہو سکا اور مظالم کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو گئی۔

حضرت یسعیاہ نبی تھے ان کو ستایا گیا۔ حضرت دانیال کے ساتھ بھی ظالمانہ برتاؤ کیا گیا۔ بخت نصر اپنے ملک میں ترقی کر رہا تھا۔ یہ اس کی مثال دیتے تو اس کے حامی سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو گرفتار کر کے جیل خانے میں ڈال دیا۔ بخت نصر بنی اسرائیل سے خار کھائے بیٹھا تھا وہ اپنی طاقت فراہم کر چکا تھا۔ بنو اسرائیل کا نظام پراگندہ ہوا تو بخت نصر کو موقع مل گیا اس نے یروشلم پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

بیت المقدس کی آباد کاری

توریت کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بخت نصر

مستقل بادشاہ تھا لیکن ہشام بن کلبی اور طبری وغیرہ مؤرخین اس کو خود مختار نواب کی حیثیت دیتے ہیں جو شہنشاہ ایران "لہراسب" کے ماتحت تھا۔ لہراسب کے مرنے کے بعد بشتاشب اس کا جانشین ہوا۔ اس کے زمانہ حکومت میں بخت نصر کا انتقال ہوا۔ بنی اسرائیل اس وقت بابل کے علاقہ ہی میں تھے۔ بشتاشب نے ان کو آزاد کیا اور فلسطین لوٹا دیا۔ ایک شخص کو ان کا حکمران بھی بنا دیا۔ شہر کو آباد کرایا۔ اور بیت المقدس بھی تعمیر کرا دیا۔

اب بنو اسرائیل کی شیرازہ بندی ہوئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کے ذریعہ سے توریت بھی ان کو میسر آگئی — حضرت عزیر علیہ السلام کو حفظ یاد تھی یا ان پر القا ہوئی یا کسی جگہ کوئی نسخہ دفن تھا اور حضرت عزیر کو اس کا پتہ چل گیا اور انہوں نے اس کو برآمد کر لیا اور دوسرے علماء کی امداد سے اس کو صاف اور صحیح کرایا۔ یہ سب روایتیں ہیں۔ بہر حال طویل عرصہ کم از کم ایک صدی کے بعد بنی اسرائیل کو دوبارہ زندگی میسر آئی۔ سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۹ رکوع ۲۵ میں ایک قریہ کا ذکر ہے اس میں مائۃ عام (سو سال) کا لفظ بھی آرہا ہے۔ مفسرین نے بربادی اور آبادی بیت المقدس کا سلسلہ بھی اس آیت سے جوڑا ہے۔

چوتھا معرکہ

حضرت عزیر گویا بنو اسرائیل کے مجدد تھے۔ آپ کے زمانے میں بنو اسرائیل کا دوبارہ نشو و نما شروع ہوا۔ مگر جب عروج کی منزل پر پہنچے تو ان کے تیور وہی تھے، وہی غرور اور سرکشی، وہی ظلم و عدوان۔ خدا پرستوں کو ایذا پہنچانا، خدا کے پیغمبروں کو قتل کرا دینا وغیرہ وغیرہ۔ حتیٰ کہ بخت نصر کے ہنگامہ سے تقریباً پانچ سو سال اور بنو اسرائیل کے اس نشاۃ ثانیہ سے تقریباً چار سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا تو یہ یہود ان کے دشمن ہو گئے۔ شام اور فلسطین اس وقت جمہوریہ روم کے ماتحت تھے۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود شہید نہ کر سکے تو جمہوریہ روم کی عدالت میں ان پر دعوے دائر کر دیا۔ پھر ایسی سازش کی کہ عدالت کو سزائے موت (یعنی بذریعہ سولی) کا فیصلہ کرنا پڑا۔

قرآن حکیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب یا مقتول ہونے کا قطعی انکار کرتا ہے اور یہی حقیقت بھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔ اور سازش کرنے والوں کا ہی ایک شخص سولی پر چڑھا دیا گیا۔ مگر یہود کی ڈھٹائی یہ تھی کہ اپنے سینوں پر ہاتھ مار مار کر بڑے زور سے یہ کہا کرتے تھے :-

"جن کو تم عیسیٰ کہتے ہو جو مریم کا بیٹا تھا جس کو تم اللہ کا رسول کہتے ہو۔ ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اس کو قتل کر دیا۔

(سورۂ نساء آیت ۱۵۷)

لیکن یہ ان کی خوشی زیادہ عرصہ نہ رہی ان کے تمرد نے ان کو اس زمانہ کے (اقتدار اعلیٰ) بازنطینی سلطنت بالفاظ دیگر جمہوریہ روم کے مقابلے پر کھڑا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہی حکمران جن کی ایک عدالت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے صلیب کا فیصلہ دیا تھا انہی کی فوجیں طیطوس بن اسپاطوس (ٹیٹس) کی زیر قیادت تقریباً ۷۰ء میں ان پر مسلط ہوئیں اور بقول "مل مین" مرد عورتیں بوڑھے جوان، بدمعاش اور عبادت گزار، زاہد، لڑنے والے اور رحم کی فریاد کرنے والے سب بلا امتیاز تہ تیغ کر دئے گئے۔ (تاریخ یہود از مل مین جلد دوم)

ٹیٹس نے اتنے یہودیوں کو پھانسی دی کہ نہ تو وہاں پھانسیوں کے لیے جگہ باقی رہی نہ سزا پانے والوں کے لیے کافی پھانسیاں! (عیسیٰ نصاریٰ از کلاسیز بحوالہ تفسیر ماجدی)

یہ چوتھا معرکہ تھا جس کے نتیجہ میں یہود ہمیشہ کے لئے محروم کر دیے گئے۔ آج کل اگرچہ امریکہ کے بل بوتے پر وہ بیت المقدس کے گرد منڈلا رہے ہیں مگر یہ عارضی صورت ہے جس کے ختم ہونے کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ اللہ ان آثار کو کامیاب فرمائے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

خط و کتابت کرتے وقت

اپنا خریداری نمبر یا کھاتہ نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی

(مینیجر)

عورتوں کا صفحہ

اسلام میں عورت کی حیثیت

سید محمد ادریس شاہ بخاری

کائناتِ عالم میں ہر مخلوق کے کچھ فرائض ہیں۔ اور ان فرائض کی ہر ممکن سعی اور اس کے تمام اسباب و ذرائع کے حصول کی کوشش اس کا واجبی بلکہ اولین اور آخری منصب ہے۔ منصب سے غافل یا فرائض سے ناواقف انسان جانور سے بھی بدتر گِنا جاتا ہے۔ میں مسلمان عورت کے فرضِ منصبی پہ کچھ اظہارِ خیال کرتا ہوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمان عورت کا اصلی فرض اور اس کا منصب کیا ہے۔ اس کے بعد میں تمام بہنوں سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں۔ کیونکہ مسلمان عورت اپنے حقوق اور انسانیت کے اعتبار سے دنیا کی ہر قوم سے بدرجہا ممتاز ہے۔ اسلام اور صرف اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق تسلیم کرکے اسے انسانیت کا درجہ دیا۔ ورنہ وہ انسان ہوکر حیوانوں سے بدتر تھی۔

رومی تمدن میں عورت محض افزائش نسل کا ایک ذریعہ تھی۔ اس کی حیثیت ایک غلام سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ شوہر کو اسے قتل کرنے کا پورا حق تھا۔ یونانی تمدن میں عورت کی حیثیت مرد کی جائیداد منقولہ جیسی تھا۔ ایرانی تہذیب میں بھی عورت کو کنیز کا مقام حاصل تھا۔ سخت پردہ میں رہتی تھیں۔ پھر غضب یہ کہ بیٹیوں اور بہنوں تک سے نکاح ہو جاتا تھا۔

ہندو تہذیب میں وہ صفر کا درجہ رکھتی تھی۔ روحانی ترقی میں رکاوٹ سمجھی جاتی تھی۔ بچپن میں والدین کی، جوانی میں شوہر کی، بڑھاپے میں اولاد کی زیرِ حکومت رہنا پڑتا تھا۔

افقِ عالم پر آفتاب اسلام کے ضیابار ہوتے ہی عورت کا غمکدۂ حیات مطلعِ انوار بن گیا اور یہ بھی اپنی جداگانہ ہستی لیے ہوئے آگے بڑھتی ہوئی نظر آئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ اٹھا کر جو گرد و پیش میں دیکھا تو عورت کچھ اسی قسم کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی نظر آئی۔ اس لیے آپؐ نے اس کی آزادی میں بڑی دقیقہ سنجی سے کام لیا۔

آپؐ نے سب سے پہلے معاشرتی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ باپ کی بیویاں اولاد میں بطور میراث تقسیم ہو جایا کرتی تھیں۔ اور کنیزانہ حیثیت سے رہتی تھیں۔ آپؐ نے اس کی مخالفت کرکے حکم دیا کہ ان سے عمومیت کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

صدیوں کے خوگر طبائع اس انقلاب کو یک بیک گوارا بھی نہ کر سکتی تھیں۔ غلامی سے مساوات کا درجہ ناگوار گزرنے والی بات تھی۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ دورِ حاضرہ کی عورت حوصلہ پاکر کہیں خانہ برانداز نہ بن جائے۔ ساتھ مرد کی معاشی محنتوں اور ذمہ داریوں کا بھی خیال تھا۔ اس لیے فرمایا گیا کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے۔ مرد قوام و امیرِ خانہ ہے عورت کو اطاعت کرنی چاہیے۔

عورت کو کہنا نہ ماننے پر تنبیہ کا حق بھی مل گیا۔ سردار کا سردار رہا مگر ساتھ ہی حسن سلوک کی تاکید کر دی گئی۔ دوسری طرف عورت کو محکوم تو بنایا گیا مگر حقوق میں قطعاً مرد کے برابر کر دیا گیا۔

دنیا میں ایک نامعلوم زمانہ سے عورت بے چارگی اور کسمپرسی کی زندگی بسر کرتی چلی آرہی تھی۔ یہ امتیاز اسلام اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہوا کہ اس نے عورت کو انسانیت و مساوات کا درجہ دیا۔ یہ ایک احسان بھی تھا اور حق بھی اور ضروری بھی تھا۔ اس لیے کہ مرد کی قابلیت کا اثر تو زیادہ تر اس کی ذات تک ہی محدود رہتا ہے۔ لیکن عورت کی تعلیم و تہذیب ایک پوری نسل کی تعلیم و تہذیب ہے۔ کیونکہ بچہ سب سے زیادہ اپنی ماں کی عادات ہی سے متاثر ہوتا ہے اور اس کی تعلیم بطنِ مادر ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ لائق ماں کی اولاد ہمیشہ لائق ہی ہوتی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ باپ کتنا ہی لائق

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

اِسلام میں جھُوٹ کا مقام

محمد عبدالمجید خادم العلوم مدرسہ عربیہ جامع العلوم شمالی عیدگاہ بھکر (میانوالی)

صدق کا بدلہ البتہ سچ بول کر دُنیا میں بھی عزت و شرافت حاصل ہو سکتی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی کی ذمہ داری شفیق مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہے۔ ارشاد رسالت ملاحظہ ہو۔

وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا زعیم ببیت فی وسط الجنۃ لمن ترک الکذب وان کان مازحاً۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والبیہقی باسناد حسن الترغیب صہ۵۸۹ ج ۳

ابوامامۃ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بہشت کے درمیان مکان لے دینے کا ذمہ دار ہوں۔ ہر اس آدمی کو جو جھوٹ کو بالکل ترک کر دے۔ اگرچہ وہ جھوٹ مزاحاً ہی کیوں نہ ہو۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اور ضمانت میں کیا شک کیا جا سکتا ہے جس سے ازلی اور ابدی نعمتیں حاصل ہو رہی ہیں۔ بھلا چند دن انسان کیوں نہ اپنے نفس پر کنٹرول رکھے اور پھر بہشت کے درمیان میں مکان لے ہم صبح و شام مذاق مذاق میں کتنے جھوٹ اُڑا جاتے ہیں اور کس طرح اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ کبھی اس کا بھی اندازہ کیا ہے؟ اور پھر ان میں فائدہ ذرا برابر نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ بدنامی اور بے اعتمادی کا دھبہ ہم پر لگے۔ کسی نے کیا خوب کہا

اذا کذب الانسان بالکذب لم یزل　　لدی الناس کذاباً ولو کان صادقاً
فان قال لم تصغ لہ جلساءُہ　　ولم یسمعوا منہ ولو کان ناطقاً

ترجمہ:- ایک دفعہ جھوٹ بول کر آدمی ہمیشہ کے لیے لوگوں کی نظروں میں جھوٹا بن جاتا ہے۔ اگرچہ وہ پھر سچا کیوں نہ بنتا رہے۔ اگر وہ بولے لوگ اس کی بات کی طرف کان نہیں دھرتے اور نہ اس کی سُنتے ہیں بیشک کتنا ہی بولتا رہے۔ معاذ اللہ۔

کیا خوب کسی نے نقشہ کھینچا ہے۔ واقعی ایک آدمی کے متعلق جب جھوٹا ہونے کا خیال پیدا ہو جائے تو یقیناً اس کی سچی باتوں کو بھی سُننے کو جی نہیں چاہتا۔ بلکہ ہر بات میں رہ رہ کے یہ خیال آتا ہے کہ شاید اس بات میں بھی جھوٹ بول رہا ہو کیونکہ عادت جو جھوٹ بولنے کی ہے۔ نتیجۃً وہ آدمی ہمیشہ کے لیے بے اعتبار گردانا جاتا ہے۔

جھوٹ مت بولو جھوٹا آدمی ہوتا ہے خوار
اس کے سچ کا بھی نہیں کرتا کوئی اعتبار
سچائی کا مزہ بھی چکھ لیجئے۔

الصدق عز فلا تعدل عن الصدق　　واحذر عن الکذب المذموم فی الخلق
ما احسن الصدق فی الدنیا لقائلہ　　واقبح الکذب عنداللہ والناس

سچائی عزت ہے اس لیے سچائی سے مت پھر اور جھوٹ جو مخلوق میں مذموم ہے اس سے پرہیز کرو۔ سچائی اپنے بولنے والے کے لیے دُنیا میں کیسی اچھی چیز ہے اور جھوٹ اللہ اور لوگوں کے نزدیک کتنی بُری چیز ہے۔

جھوٹے کی روایت الغرض جھوٹ دین اور دُنیا، عقبیٰ سب میں انسان کی پوزیشن کو داغدار بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ دُنیا میں لوگوں کے سامنے جو ذلت ہوئی اس کی تفصیل آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اسی طرح دین میں بھی جھوٹا آدمی کوئی معتبر اور کار آمد آدمی ثابت نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر ایک دفعہ اس کا جھوٹ پکڑا جائے کہ اپنی طرف سے حدیثیں بنا بنا کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی روایت ناقابل

رہتا بھی باقی ہے اور جرح کا سبب اوّل بیان کرتے وقت حضرات محدثین پہلا سبب "کذب راوی" کو بیان کرتے ہیں۔ حافظ الدنیا البحر الذخار علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ رقم طراز ہیں۔

لان الطعن اما ان یکون لکذب الراوی فی الحدیث النبوی بان یروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم مالم یقلہ متعمداً لذالک شرح نخبۃ الفکر ص۵۹۔

کیونکہ طعن (عیب و کمزوری) کبھی تو راوی کے جھوٹ بولنے کے سبب سے ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات نقل کرے جو انہوں نے نہیں فرمائی۔

جھوٹ دُنیوی امور میں ہی جب ننگ و شرمساری کا باعث ہے تو دین جو دُنیا کی نسبت مسلمان کے لیے بدرجہا افضل و ارفع ہے اس میں جھوٹ کی کیسے اجازت ہو جائے گی۔ کتنی بہتر سے بہتر اور سچی سے سچی بات ہو مگر اپنی طرف سے بنا کر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے پیش کی جائے تو یہ "مردود اور حرام" ہے۔ پھر خود اندازہ فرمایئے حقیر اور خراب دُنیا کے لیے جھوٹ بولنا کہاں تک عقل سے ہم آہنگ ہے۔ نافرمودہ از رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم بات آپ کی طرف منسوب کرنا بے شک لوگوں کی رغبت بڑھانے کے لیے کیوں نہ ہو، سراسر ناجائز نتیجہ جہالت اور کبیرۃ من الکبائر ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف آگے چل کر وضع کی سب اقسام کو بیک قلم "وکل ذالک حرام باجماع من یعتد بھم" سے حرام فرما گئے ہیں۔

الا ان بعض الکرامیۃ وبعض المتصوفۃ نقل عنھم اباحۃ الوضع فی الترغیب والترھیب وھو خطأ من فاعلہ نشأ عن جھل لان الترغیب والترھیب من جملۃ الاحکام الشرعیۃ واتفقوا علی ان تعمد الکذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وصحبہ من الکبائر وبالغ ابو محمد الجوینی فکفر من تعمد الکذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وصحبہ واتفقوا علی تحریم روایۃ الموضوع الا مقروناً ببیانہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ وصحبہ من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد

الکاذبین رواہ مسلم) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص۹۳

اور بعض کرامیہ اور کچھ متصوفہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ترغیب و ترہیب کے لیے وضع حدیث جائز ہے لیکن یہ سراسر غلطی اور جہالت سے پیدا شدہ ہے کیونکہ ترغیب و ترہیب منجملہ احکام شرع کے ایک حکم ہے (اور احکام شریعت میں جھوٹ حرام ہے) اور محدثین کا اتفاق ہے کہ عمداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ علامہ ابو محمد جوینیؒ نے تو اتنا مبالغہ کیا کہ عمداً نبی پر جھوٹ بولنے والے کو کافر کہہ دیا اور موضوع روایت کے نقل کرنے پر حرام ہونے کا فتویٰ تو متفقہ علماءات کا مسئلہ ہے جب تک اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ مسئلہ نہ ہو۔ کیونکہ حضور نے خود ارشاد فرمایا جو آدمی مجھ پر سمجھتے دیکھتے جھوٹ بولے وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

غور فرمایئے کہ جھوٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اتنا بڑا جرم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط بیانی کو منجملہ جھوٹ کے جھوٹ کہہ چھوڑنا اس کی کافی مذمت ہے۔ اسی لیے تو مرجع انام حضور علیہ السلام نے اپنے اوپر باندھے ہوئے جھوٹ کی تذلیل ان الفاظ میں فرمائی کہ وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ اللہ اکبر۔ فتفکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی موجب کفر ہے

اس عبارت سے واضح ہو گیا ہوگا کہ ابو محمد جوینیؒ کے نزدیک حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر جھوٹ بولنا کفر ہے اور ایسا کرنے والا انسان کافر ہو جاتا ہے مگر واضح رہے کہ اس سلسلے میں وہ اکیلے نہیں بلکہ علامہ ملا علی القاری رحمۃ اللہ کے کہنے کے مطابق اکابرین میں سے کچھ حضرات اسی طرف گئے ہیں۔ فرماتے ہیں ہمارے مشائخ میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے کے علاوہ کسی کبیرہ گناہ کے کرنے والے پر کفر کا فتوے صادر نہیں فرمایا لیکن اس بارہ میں امام محمد جوینی جو اصحاب شافعی رحمۃ اللہ میں سے ہیں اور امام الحرمین رحمۃ اللہ کے والد ماجد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جان بوجھ کر حضور علیہ السلام

پر جھوٹ بولنے والا کافر ہو جاتا ہے اور ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے اور اس بات میں اُن سے ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے جن میں امام ناصر الدین ابن المنیر جو ائمہ مالکیہ میں سے ہیں ان کا بھی یہی قول ہے۔

قلت ویؤیدھما قولہ علیہ السلام لیس الکذبُ علی ککذبٍ علی غیری۔ موضوعات الکبیر ص۱۳ ملا علی قاری

میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ ان حضرات کی تائید اس ارشادِ نبوی میں موجود ہے کہ میرے اوپر جھوٹ بولنا دوسروں پر جھوٹ بولنے کے برابر نہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ملا علی قاری جو آئمہ حنفیہ میں سے ہیں ان کا رجحان بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے پر کفر کے اطلاق کی طرف ہے۔ ویسے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ پر کذب بیانی کوئی معمولی بات ہے۔ آپ پر جھوٹ و کذب درحقیقت اللہ واحد لاشریک لہ پر افترا ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی (القرآن الحکیم)۔ آپ اپنی خواہش سے ہرگز نہیں بولتے بلکہ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ ایک وحی شدہ حکم ہوتا ہے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا اور کہنا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا یہ درحقیقت اس بات کو خدا کی طرف سے آمدہ بات کہنا ہے۔ حالانکہ ربِ قدوس نے یہ بات نہیں فرمائی۔

فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا۔ الانعام۔ اور کون بڑا ظالم ہو سکتا ہے اُس آدمی سے جو اللہ پر افترا پردازی کرے۔ انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بایٰت اللہ ای الکذب علی اللہ ورسولہ۔　النحل پ۱۴

یقیناً اللہ پر افترا پردازی وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے۔ یعنی اللہ پر جھوٹ بے ایمان بولتے ہیں۔

ان آیات سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے کے کفر پر استدلال فرما رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی کی عبرت ناک سزا

اس میں کیا شک ہے کہ حضور پر جھوٹ بولنے والے کی وہ سزا ہے جو ہر جھوٹے کے لیے نہیں ہو سکتی۔ ایک آدمی کو حضور علیہ السلام نے ایک عربی قبیلے کی طرف کسی کام کے لیے روانہ فرمایا اس نے وہاں پہنچ کر ان سے کہا کہ مجھے آنحضور علیہ السلام نے روانہ فرمایا ہے اور یہ ارشاد دے کر کہ میں حسب منشا تمہاری عورتوں میں فیصلے کروں۔ ان جاں سپاریوں

بقیہ: اسلام میں عورت کا مقام

ہو اگر ماں نالائق ہے تو وہ کسی نہ کسی حد تک ضرور اسی اس سے متاثر ہوگا۔ اسلام نے عورت کا درجہ بلند کر کے ایک طرح گویا آئندہ نسلوں کی حفاظت کا پورا سامان کر دیا۔ یہ دنیا پر اس مذہب کا سب سے بڑا احسان ہے مگر افسوس کہ آج کی عورت پھر بھی ناشکری کر رہی ہے اور آئے روز عورتوں کو حقوق دینے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جبکہ اسلام نے عورت کو مکمل حقوق دیے ہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں سوچا کہ عورتوں کے خود کیا فرائض ہیں۔

میری ہر بہن کو جس کو ایک وقت ماں بننا ہے۔ ان تمام کمالات میں بے مثال اور انتہائی درجہ پر پہنچنے کی ضرورت ہے۔ اس کے کامل ہونے سے اولاد کامل اور ناقص ہونے سے اولاد ناقص بلکہ اس کے باکمال ہونے سے ملک و قوم باکمال اور اس کے ناقص ہونے سے ملک و قوم ناقص اور بر سرِ زوال ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مرد کو حاکم کا درجہ ضرور دیا ہے مگر مرد کے فرائض بھی تو سخت رکھ دیے ہیں۔ عورت کو مساوی کھانے اور پہنانے کا حکم دیا ہے۔ عورت کو ہر قسم کی ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار مرد کو ٹھہرایا۔ اور اس کی عزت و جان کا محافظ مقرر کر دیا۔ پھر صرف حکم پر ہی اکتفا نہیں کیا — پیغمبرِ اسلام کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ سردارِ دو عالم فخرِ موجودات اپنے خانۂ مبارک کا کام کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ اپنے پھٹے کپڑوں پر اپنے مبارک ہاتھوں سے پیوند لگاتے، ٹوٹے جوتے خود مرمت کر لیتے کیا وہ ازواجِ مطہرات کو حکم نہیں کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے دنیا میں مثال قائم کرنی تھی۔ اپنے پیروکاروں کو نیک تربیت دینا تھی کہ وہ دنیا پر ثابت کر دیں کہ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے۔ گھر میں اس کی حیثیت غلام جیسی نہیں بلکہ وہ مالکہ ہے۔　(ماخوذ)

ترقی کا چیزوں سے ترقی کی ۔ انسان نے کیا ترقی کی انسان تو بیٹھا رہ گیا جیبیں کاٹ رہا ہے ۔ گردنیں کاٹ رہا ہے ۔ پیٹ میں چھرے گھونپ رہا ہے ۔ یہ ترقی ہے کہ تنزل ، لوگ بھوک کے مر رہے ہیں ، کمر توڑ گرانی ہے اور اس پر بھی فخر ہے ۔ ترقی وہ ہے کہ اگر دجلہ اور فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھے جواب دینا ہوگا ۔ ذمہ داری کی وجہ سے راتوں کو گشت کریں ۔ پبلک سو جائے اور وہ جاگ پھر رہے ہوں یہ ہے ترقی ۔ یہ ترقی نہیں ہے یہ ترقی معکوس ہے ۔ یہ سائنس سائنس کر رہے ہو ترقی نہیں ہے ۔ تنزل ہے پہلے گھوڑوں پر گدھوں پر ، خچروں پر آ کر چھ مہینے کے بعد ظالم مار سکتا تھا آج چھ سیکنڈ میں آ کر مار جائے گا ۔ یہ ترقی ہے ؟ ترقی محمد رسول اللہ نے کی ۔ ترقی صحابہ کرام نے کی ترقی ان کے جانشینوں نے کی اس کو ترقی کہتے ہیں یہ ترقی کیا ہے ۔ یہ تنزل ہے ۔ مستقل موضوع ہے چھوڑتا ہوں ۔ حضرت مولانا سید آلوسیؒ لکھتے ہیں پرواز ہو رہی ہے اور کیا شاندار ٹھاٹھ ہے ساتھ نبوت بھی اور یہ بھی نہیں کہ بیت المال اور سٹیٹ بینک اپنی ملکیت ہو ۔ نہیں حضور زرہیں بنا کر روٹی کھاتے تھے اور والد داؤدؑ زرہیں بنا کر روٹی کھاتے تھے ۔ بیت المال سے پیسے لے رہے ہیں کہ فرشتہ انسانی شکل میں آیا تو داؤدؑ سے بات چیت کی ۔ اور پوچھا شاہی کیا حال ہے ساری بات چیت کی ، کہا لوگ کیا کہتے ہیں ؟ کہا ! حضرت نہ پوچھیں آپ کی یہ حکومت ، بادشاہت ، سلطنت ۔ بس ساری دنیا چین سے ہے سب دعائیں دے رہے ہیں لیکن ایک بات ہے تنہا سی ۔ کہا وہ کونسی ؟ عرض کیا یہ جو بیت المال سے آپ وظیفہ لیتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے ۔ بس مالک سے دعا کی اور کہا پروردگار میں چھوڑنا چاہتا ہوں اللہ نے کیا کیا؟ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ہم نے لوہا حضرت داؤدؑ کے لئے موم کر دیا ۔ جس طرح آٹا ہے جس طرح موم ہے ۔ ادھر پرواز ہے ۔ دیکھا زمیندار کھیت میں ہل جوتتے ہوئے کام کر رہا ہے ۔ کسان کی نظر پڑی کہا سبحان اللہ داؤدؑ کی اولاد کو کیا نوازا ہے ۔ دیکھو ہوائی جہاز اور اس پر سینکڑوں انسان بیٹھے کوئی چنگی وغیرہ نہیں ۔ کوئی پٹرول نہیں ۔ اور یہ بھی قرآن کہتا ہے کہ ہوا کی سپیڈ جو تھی وہ بھی حضرت سلیمان کے ہاتھ میں دے دی جس طرح چاہو ہوا تابع ہو ۔ جب تم میرے تابع ہو تو کائنات تمہارے تابع ہے ۔ میں ساری باتیں چھوڑتا چلا جا رہا ہوں کہنا کیا چاہتا ہوں ۔ زمیندار نے کہا سبحان اللہ ۔ یہ آواز کان مبارک میں پڑی ۔ تخت قریب اتروا دیا ۔ اور فرمایا ! اس بڑے میاں کو بلا لاؤ ۔ بلائے گئے ۔ گھبرایا بیچارہ اپنا کانپتا آیا کہ پتہ نہیں کیا ہوگا ۔ حضرت نے

پوچھا بڑے میاں کیا بات کہی تھی ۔ کہا گستاخی کی بات نہیں تھی میں نے کہا تھا سبحان اللہ ۔ داؤد کی اولاد کو اللہ نے کیا نعمتوں سے نوازا ۔ فرمایا بڑے میاں تیرا ایک بار سبحان اللہ کہنا میری سلطنت سے بہتر ہے ۔ اور جب تم ہزاروں مرتبہ بیٹھ کر لا الٰہ الا اللہ ، الا اللہ ، اللہ ہو ۔ یہ کر رہے ہو تو پروردگار کی رحمت کو کھینچ نہیں رہے ؟ اس پر تو فرشتے آتے ہیں اور خدا کے بندو اس محفل کے متعلق میں کیا کہوں اس کے تماشائی بھی بخشے جاتے ہیں جیسے کوئی آیا ۔ جامع مسجد شیر افزار میں کیا ہو رہا ہے ۔ سنیں تو سہی اور آ کر پاس بیٹھ گیا ۔ اور کچھ حق نے کھینچا اس کو اور جکڑ کر رکھ دیا اور بیٹھا جوتوں میں ، پیچھے ۔ اب رپورٹر تھے انہوں نے جا کر رپورٹ دی ۔ اس طرح ذکر کی محفل تھی ۔ آیت کریمہ سوا لاکھ مرتبہ پڑھی گئی ۔ اور اس طرح آپ کو یاد کیا گیا حالانکہ سب کچھ جانتے ہیں لیکن ان سے کہلوانا چاہتے ہیں کل کہہ رہے تھے ۔ کہ کیوں پیدا کر رہے ہو ؟ بات سمجھ رہے ہو ۔ سوال کا جواب ہے ۔ اور فرمایا تھا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اچھا کیا رپورٹ ہے ۔ وہ بھی یاد کر رہے ہیں ۔ کیا مانگ رہے ہیں ؟ جنت کس سے پناہ ؟ جہنم سے ۔ اچھا اچھا تم گواہ رہو میں نے ان سب کو بخش دیا ۔ اللّٰھم اجعلنا منھا (اللہ انہی میں ہمیں بھی شامل فرما دے) کچھ سی آئی ڈی کے رپورٹر بھی ہوتے ہیں ۔ فرشتے وہ شکل یوں کھولتے ہیں کہ اللہ پاک ! وہاں دو تین چار اس طرح کے بھی آئے ہوئے تھے ۔ ان کا ارادہ مجلس ذکر میں شرکت کا نہ تھا مگر آ کر بیٹھ گئے ۔ فرمایا کہ یہ بیٹھنے والے ایسے ہیں کہ لا یشقٰی جلیسھم ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہو سکتا ۔ ایسی محفل کو ڈھونڈو یہ نہ سمجھو کہ وقت ضائع ہو رہا ہے وقت صحیح لگ رہا ہے یہ جو جمعرات کا وقت لگ رہا ہے کہاتے ہیں پڑ رہا ہے ایک بار سبحان اللہ سلیمانؑ کی سلطنت سے بہتر ہے کتنی بڑی بات ہے ۔ اللہ تعالیٰ نواز رہے ہیں ۔ مہربانی فرما رہے ہیں ۔ کرم فرما رہے ہیں ان کا فضل ہے ان کی دین ہے ہم اس پر بھی شکر ادا نہیں کر سکتے ۔ اتنی بڑی نعمت ہے ۔ حضرت داؤد کا ہی تذکرہ ہے ۔ ان سے پروردگار نے فرمایا داؤد ! تجھے نعمتوں سے نوازا ہے میرا شکر ادا کر ۔ تو حضرت داؤد کا جملہ قابل غور ہے عرض کرتے ہیں پروردگار میں شکر کیسے کروں ۔ شکر کروں گا تو تیری توفیق سے کروں گا ۔ بات تجھے اور تیری توفیق مستقل نعمت اس پر بھی شکر کروں پھر شکر کروں تو وہ بھی توفیق سے ہوگا ۔

ہم تو مبتدی کی بات کہتا ہوں کہ شکر کر ہی نہیں سکتا۔ سب نے کہا
داؤد شکر کی حقیقت یہی ہے۔ جب یہ سوال ہو کہ ہم شکر
ہی نہیں سکتے یوں کہو وہ الحمد للہ ہمارے شکر کا کیا ہے زبان کبھی
ہے اور دل غائب۔ اس کا کیا ہو تو اس کی کرم نوازی ہے کہ
ان شکستہ عبادتوں کو قبول کرتے ہیں جو ہم نماز پڑھتے ہیں تو
کھڑے ہیں ان کے حضور میں اور گھوم رہے ہیں بازاروں میں۔
اور اس پر اجر دے یہ ان کی عنایت نہیں ہے پھر الا ان
یتغمدنی ربی برحمتہ پھر وہ بات حق ہے یا نہیں؟ ہم
ان کی رحمت سے نوازے جا رہے ہیں ہمارا تو کوئی حساب و
کتاب ہی نہیں، سزا ہونی چاہیئے اور اس پر جنت دے دیں،
یہ ان کا کرم ہے ایک خادم اگر آپ کی خدمت کرتا ہے اور گرمی
کا موسم ہے اور یہ بجلی کے پنکھے نہیں، وہ دستی پنکھا ہلا رہا ہے،
ہلاتے ہلاتے کبھی آپ کے سر پر دے مارتا ہے اور کبھی کان پر
مار دیتا ہے اور آقا اتنا مہربان ہے کہ خاموش ہے، اور میاں ذرا
خیال کرو کیا کرتے ہو؟ اچھا جی اچھا، پھر چلتے چلتے اونگھ گئے
کے بعد ٹوپی وہ گئی ڈنڈے سے پھر دے مارا) اور باہر نکل کر وہ
لوگوں سے کہتا پھرے کہ میں حضرت کا خادم ہوں؟ میں خدمت کر رہا
ہوں، اور حضرت کو پتہ چلے کہ یہ اپنا تعریفیں کر رہا ہے اور کوئی
آ کر دیکھے جس وقت وہ خدمت کر رہا تھا (کہ کیا کر رہا ہے؟)
اس پر جب بات چلے گی تو وہ خادم اور حضرت کیا کہیں گے؟
او میاں کیوں اپنی تعریفیں کر رہا ہے؟ ہم جو تم پر انعام ہے کہ تم
جیسے کو رکھ چھوڑا ہے؟ اسی واسطے فرمایا، اللہ رب العزت نے
بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان (بلکہ اللہ نے تم پر
احسان فرمایا کہ ایمان کی ہدایت نصیب فرمادی توفیق بخش دی) ہم
ذکر کرکے سمجھیں کہ ہم کچھ ہو گئے ہیں نہیں نہیں! یہ ان کا کرم
ہے کہ توفیق دے دیں! (بولو بھائی؟ (عوام نے کہا بے شک) اور
جب زبان نہ ہے تو سمجھو کہ اب ناراض ہو گیا (اللہ بچائے عوام
نے کہا) وہ کوئی بزرگ تھے اللہ اللہ کرتے تھے کسی دن شیطان نے
وسوسہ ڈال دیا، کہا کہ تو ذکر کرتا ہے کبھی تجھے اللہ کی طرف سے کوئی
سلام بھی آیا ہے کوئی جواب بھی ملا ہے؟ تھا تو وہمی ہی بات اثر کر گئی کہ
بڑا خطرناک اور عیار دشمن ہے! وہ تو چھوڑتا ہی نہیں سید عبدالقادر
جیلانی جیسے پر بھی حملہ کرتا ہے انہیں کہا) چل تجھے نماز معاف عبادت معاف
حضرت نے فرمایا کم بخت، لا حول ولا قوۃ الا باللہ، پھر اس نے
وار کیا کہ عبدالقادر اپنے علم کے زور سے بچ گیا، فرمایا بدبخت علم کے
زور سے نہیں خدا کے فضل سے بچ گیا، بہرحال ان بزرگوں نے بات کو
ذکر چھوڑ دیا، خواب میں دیکھا، ہاتف غیبی کہہ رہا ہے آج ذکر چھوڑ
بیٹھے ہو؟ اس دشمن کی بات ذہن میں تھی کہا کہ جو نام لینا میرے
ہی ذمہ رہ گیا ہے؟ آپ بھی تو کچھ کہیں سنائیں؟ فرمایا احمق کیا باتیں
کرتے ہو؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہماری طرف سے نہ کوئی پیام ہے نہ کلام ہے
نہ سلام؟ جب تم ایک مرتبہ کہتے ہو "اللہ" تو قبول کرتا ہوں تو دوسری
بار کہنے کی توفیق دیتا ہوں (ملا کر کہو اللہ سب نے کہا اللہ) یہی میرا
کلام ہے یہی میرا سلام ہے اور یہی پیام ذکر توفیق دیتا ہوں، اگر
توفیق نہ دوں تو تیری زبان نہ چلے، اس کا چلنا دلیل ہے کہ میں ساتھ
ہوں، تو آیت پڑھتی تھی یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله،
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اللہ ہمیں متقی بنا دے (سب
نے کہا آمین) سارے قرآن کا خلاصہ تقویٰ میں ہے اور تقویٰ
کسے کہتے ہیں تفصیل کا وقت نہیں ایک جملہ عرض ہے الخوف
من الجلیل والعمل بالتنزیل والاستعداد لیوم الرحیل
والقناعۃ بالقلیل، بس یہ تقویٰ ہے، یعنی خدا کا
ڈر، کلام الٰہی پر عمل، آخری دن کے لئے تیاری اور تھوڑے
پر قناعت،

مسلمانو! جمعیۃ علماء اسلام اسی کی دعوت دے رہی ہے کہ
خدا سے ڈرو، یہ شرعی عدالتوں کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے
مفتی محمود مدظلہ العالی خدا ان کو سلامت رکھے (آمین آمین کی
صدائیں) دین کے لئے کام کر رہے ہیں، میدان میں ہیں، وزارت
کو ٹھکرایا ہے۔ مثال نہیں ملتی کہ کوئی وزارت، ایئر کنڈیشنڈ کار
جیسی کا بنگلہ، ہوائی جہاز، باڈی گارڈ، فوج اور پولیس کو ٹھکرا
دے اور میدان میں دین کے لئے نکلے۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ
ہمیں اقتدار برائے اقتدار نہیں، اقتدار برائے غلبہ دین درکار ہے
(نعرہ ہائے تکبیر) (مولانا انور شاہ نے پیچھے سے لقمہ دیا کہ اقتدار صرف
اس لئے چاہیئے کہ اللہ کے دین کی خدمت کر سکیں) اور انہوں نے
خدمت کر کے دکھایا ہے اس ہاؤس میں جہاں سجدہ کا تصور نہ
تھا قاری کو بلا کر رمضان میں قرآن سنا، نماز خود پڑھاتے تھے، جمعہ
بھی (مختلف مساجد میں) اور جو تنخواہ ساتھ تھی وہ موذن
کا فرض ادا کرتے، یہاں ہم تو یہی چاہتے ہیں، اور مسلمانو تم
بھی اس کے لئے محنت کرو۔ حضرت نے ابھی دعا کی ہے اور
سچ تو یہ ہے کہ یہ کسی اور کی جماعت نہیں، حضرت مولانا احمد علی
لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے، اس لئے جتنے مرید ہو جماعت

سے تعلق پیدا کرو یہ نہیں کہ بیٹھی بیٹھی سے اور گرد کی آتے تو
گھر بیٹھ رہو، حضرت (انور) سے کون بڑا ہے؟ جو جیل میں جاتا ہے؟
(سابق ڈی۔ ایس۔ پی تعالیٰ، ایس۔ پی) کے ٹھنڈے سے بھی
گئے؟ اور خون پیشاب میں آ گئے؟ اور تم مرید مجھ کو کیا ہے؟
اور بات یہ ہے کہ وہ چند لاٹھیاں نہ تھیں پوری حکومت کو ہلا
تھا، ایوب ہل گیا تھا، ایوب لاہور میں معافی مانگنے آ رہا تھا
بعد میں ریڈیو پر معافی مانگی، وہ سمجھتا تھا کہ ایک مُلّا ہے ایک
مولوی ہے؟ لیکن یہاں، تو حضرت لاہوریؒ کا فیضان تھا، نتیجہ یہ ہوا
کہ ملک ہل گیا؟ کون سا لیڈر ہے اور کونسا پلیڈر ہے اور چھوٹا
یا بڑا ہے جو میو ہسپتال نہ ہی پہنچا؟ سب پہنچے، ہل چل مچ گئی
وہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی، صحیح یہ ہے کہ اِنْ تَنْصُرُوا
اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ اگر تم خدا کے دین کی مدد کرو گے تو خدا تمہاری
مدد کرے گا!

اس لئے میں آپ کو بھی دعوت دے رہا ہوں کہ اس دور پُرفتن
میں جمعیۃ علماء اسلام کا دامے درمے، قدمے، سخنے
ہر حال میں ساتھ دیں؟ (عوام نے پر زور وعدہ کیا ہاتھ اٹھا
کر نعروں کی گونج میں، تعاون کا یقین دلایا) اس سے حضرتؒ کی
روح خوش ہو گی یہ ان کا فیضان ہے، ان کی جماعت ہے، اکابر
کی نشانی ہے (اس موقعہ پر مولانا محمد اجمل نے حضرت انور سے
پوچھا حضرت میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟ حضرت نے فرمایا
بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔)

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا، حضرت شیخ الاسلام
مولانا مدنیؒ کے متعلق حضرت لاہوریؒ فرماتے اس منبر پر بیٹھ کر
دعا ہے کہ خدا اس جگہ کو سلامت رکھے، اور ان کے جانشین کو مزید
نوازے، کہ حضرت مدنی میرے شیخ بھی نہیں، استاد بھی نہیں
لیکن جب مکہ معظمہ جاتا ہوں اولیا اکٹھے ہوتے ہیں اگر قسم کھاؤں
تو حانث نہیں ہوں گا کہ اس وقت پوری دنیا میں مولانا مدنیؒ
سے بڑا ولی کوئی نہیں، اور اپنی داڑھی کے وہ بال جمع کئے جو
کنگھی سے گر گئے، اور حضرت شیخ الاسلام کے فرزند ارجمند
سید اسعد مدنی کو خط لکھا کہ میں بال بھیج رہا ہوں حضرت مدنی
کی جوتی کے تلوے میں، سلا دو (مولانا انور نے روایت کی تصدیق
کی) تاکہ میری بخشش ہو" (حضرت کا اصل جملہ)
مدنی جنہوں نے ۱۶ برس محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر
میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا، اور لوگ کہتے ہوں، قال

رسول اللہ، وہ کہنا گنبد خضرا کے مکین یوں فرماتے ہیں، اس مدنی
کی شان میں گستاخی کر کے اپنے ایمان برباد کرتے ہو؟ یہ جمعیۃ اس
مدنی کی یادگار ہے سب اکابر کی یادگار ہے آپ کو ساتھ دینا چاہئے
اور یاد رکھو ساتھ دو تو چھپ چھپا کر نہیں، کھل کر ساتھ دو، اِنَّنِيْ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (میں مسلمانوں میں سے ہوں) کا جذبہ ہو، وَمَنْ
اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا یعنی اس سے زیادہ
کس کی بات اچھی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور اچھے عمل کرے
اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ساتھ فرمایا، وَقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔
اپنے اسلام کا کھل کر اعلان کرے (میں مسلمانوں میں سے ہوں) لوگ
اپنی پارٹی اور اپنے گروپ میں اپنی شمولیت اور اپنے تعلق کا کھل کر
اعلان کریں۔ تم کیوں دبکتے ہو، کھل کر کہو کہ میں جمعیۃ علماء اسلام
میں ہوں۔ علماء حق کا خادم ہوں، جماعت کا مقصد صرف اور صرف
اس ملک میں خدا کے دین کو غالب کرنا ہے ــــ آیت جو پڑھی اس میں
اللہ کے ڈر کے ساتھ دوسری بات فرمائی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ،
سچے کون ہیں؟ یہ اکابر ہیں! چونکہ اس مبارک اجتماع میں لوگ دور
دور سے آتے ہیں اس لئے سمجھانے کی غرض سے ایک بات کہتا ہوں،
اصحاب کہف کے کتے کا خدا ذکر کر رہا ہے، حالانکہ وہ پلید ہے نجس
ہے، لیکن اس دور کے ولیوں کے پاس بیٹھا، تو تفاسیر میں لکھا ہے
کہ جب ولیوں پر رحمتیں اتر رہی تھیں تو خدا نے کتے کو بھی محروم نہیں
کیا! یہ نسبت اور تعلق کا صدقہ ہے! اس سے دوسری طرف رخ موڑو
کتا ولیوں کے ساتھ لگ جائے تو محروم نہیں اور گنبد خضرا میں خاتم
الانبیاء کے ساتھ لیٹے ہیں وہ رحمت سے کیسے محروم ہوں گے؟
صحابہ دشمنی سے ڈرو، حدیث میں ہے قبر وہیں بنتی ہے جہاں سے
خمیر لیا جاتا ہے، اس حدیث کی رو سے صدیق و فاروق کا خمیر بھی
اسی مٹی سے لیا گیا ہے جہاں سے محمد کریم کا خمیر لیا گیا اور یہ جگہ
سب جگہوں سے افضل ہے ــــ علماء دیوبند کا عقیدہ سن لو،
نبی کریم علیہ السلام کے جسم سے مَس شدہ حصہ عرش
سے بھی افضل ہے (آپ نے عوام سے بار بار درود پاک پڑھایا اور
فرمایا ہم درود سے روکتے نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں نماز کے بعد ایسا مت
کرو لوگوں کی نماز خراب ہوتی ہے، یہی بات مولوی احمد رضا خاں
نے لکھی ہم سے پوچھو ہم تمہیں گھر خبر دیں گے ہم بے ادبی نہیں کرتے
یہ فراخ دلی ہے) ؎

وہ دیکھو ہمیں گالیاں دے رہے ہیں
اور مزے لینے والے مزے لے رہے ہیں

بیان کلام فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا۔ مخالفین بک بک کرتے ہیں کوئی ایسی چیز بتائیں کہ ان کی زبانیں بند ہو جائیں۔ اللہ نے فرمایا، میں اپنے لئے پسند نہیں کیا تمہارے لئے کیسے پسند کروں، بہر حال تم گالیاں دو ہم دعائیں دیتے تمہارا ہدایت کے لئے دعا کریں گے۔ تم مجبور ہو تمہارے پاس سوائے گالیوں کے کچھ نہیں بلکہ تم ان اکابر دیوبند کو گالیاں دے کر ہڈیاں کھاتے ہو خدا تمہیں ہدایت دے، گالیاں کن کو دیتے ہو؟ شاہ اسمٰعیل شہید، مولانا محمد قاسم مولانا رشید احمد، مولانا محمود حسن، مولانا حسین احمد، مولانا احمد علی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو، ان میں سے ایک ایک کی بات کروں، تو دن بیت جائیں، ان کی للہیت، اتباع سنت، جذبہ حریت، دینی خدمات الغرض کس کس عنوان سے بات کروں؟ ایک مولانا نانوتوی کی بات کروں، ان کی اتباع سنت کی، انگریز کا دور، پکڑ دھکڑ، وارنٹ جاری، علماء نے منت کی حضرت مصلحت دینی و ملی تقاضا ہے آپ روپوش ہو جائیں، اصرار تھا ــ ہو گئے تین دن بعد باہر تھے، علماء نے کہا ــ کہ حضرت وارنٹ ہیں اور مزہ کی بات یہ ہے کہ وارنٹ لے کر پولیس آپ کے پاس مسجد چھتہ دیوبند آئی، آپ سے پوچھا ــ مولوی محمد قاسم کہاں ہیں؟ ــ لیکن اس مشکل وقت میں بھی دینی تقاضے پورے کئے کیسے؟ اگر کہتے ہیں میں ہوں تو مصلحت کے خلاف اور کہتے ہیں پتہ نہیں تو جھوٹ بنتا ہے سارے علم اور تصوف پر پانی پھر گیا ــ ذرا سا مصلیٰ پر سرک گئے اور فرمایا ابھی یہیں تھا ــ وہ ادھر پھر گیا اور خدا نے پھیر دیا۔ یہ فراست صدیقی تھی جو خدا نے محمد قاسم کو عطا فرمائی ــ ہجرت میں غار ثور سے چل کر جا رہے ہیں پکڑنے والے پھر رہے ہیں کسی شناسا نے صدیق سے پوچھا کون ہے تمہارے ساتھ ــ فرمایا رَجُلٌ يَهْدِينِي السَّبِيلَ (ایک مرد ہے جو راہنمائی کر رہا ہے) دشمن سمجھا رستہ دکھا رہا ہے وہ جانتے تھے کہ جنت کا راہ دکھلا رہا ہے تو بہر حال جب تین دن کی روپوشی کے بعد باہر نکلا تو پھر اصرار کہ روپوش ہو جاؤ فرمایا تین دن سنت سے ثابت ہے (غار ثور) اس سے زیادہ نہیں لہٰذا محمد قاسم اب روپوش نہیں ہو سکتا۔

الغرض یہ لوگ علم و عمل، صدق و فراست، دیانتداری و تقویٰ کا نشان مجسم تھے۔ ان کی مخالفت کر کے تجربہ نہ کیجیو اور آپ سے کہتا ہوں کہ یہ جماعت جمعیۃ علماء اسلام ان جھنڈوں کی نشانی ہے اس کو اپنا لو اللہ توفیق عمل دے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

لکھا ہوا ہے کہ تمہیں فلاں تاریخ کو میری درگاہ میں حاضر ہونا، اس دن تم اپنے ہمراہ اتنی چیزیں لیتے آنا ورنہ تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ زید اس حکم نامہ کو لے لیتا ہے۔ بادشاہ کا آدمی زبانی بھی کہہ دیتا ہے کہ تمہیں بادشاہ نے بلا بھیجا ہے۔ زید قربان کرکے کر ریشم میں لپیٹ کر بڑی حفاظت سے رکھ لیتا ہے اور بڑی تعظیم کرتا ہے، آنکھوں سے لگاتا ہے لیکن کھول کر نہیں دیکھتا کہ اس میں لکھا کیا ہے۔ یہاں تک جانے کی تاریخ آجاتی ہے اور وہ بالکل تیار نہیں ہوتا کیونکہ اس نے خط کھول کر اسے سمجھا نہیں۔ آخر وقت پر اسے پکڑوا کر بلوایا جاتا ہے۔ اب سوچ لینا چاہیے کہ یہ بادشاہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

بقیہ: اسلام میں جھوٹ کا مقام

نے عرض کیا کہ آقا کی بات سن کر اطاعت ہی لازمی ہے۔ مگر انہوں نے ایک آدمی آپ کی خدمت میں بھی روانہ کر دیا کہ وہ جا کر حقیقت معلوم کرے۔ اس نے جا کر عرض خدمت کیا کہ فلاں نے ہمارے پاس آکر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہاری عورتوں میں فیصلہ کرنے کو بھیجا ہے۔ اگر واقعی آپ کا ارشاد ہے تو سمعاً و طاعۃً سر آنکھوں پر اور اگر آپ کا ارشاد نہیں تو ہم نے اطلاع دینا بہتر جانا اس لیے خدمت کر دیا۔ یہ سن کر آپ بہت غضب ناک ہوئے اور ایک انصاری صحابی سے ارشاد فرمایا جاؤ اور اس کو قتل کر کے آگ میں جلا دو۔

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ طارق لطیف کمبوج ... پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا